ابن القاص امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوالعباس المصری رحمۃ اللہ علیہ کے قلم سے

حدیث ابی عمیر

اور

حدیث حارثہ رضی اللہ عنہما

کی جامع ترین شرح

ترجمہ

محمد ریاض احمد سعیدی

بیت النور

حدیث ''ابی عمیر'' سے اسی (80) سے زائد فوائد واحکام پر مشتمل ایک دلچسپ اور علمی تحریر

حدیث ابی عمیر رضی اللہ عنہ

﴿ تصنیف ﴾

امام فقیہ ابوالعباس احمد بن ابی احمد الطبری البغدادی الشافعی

المعروف بابن القاص "توفی سنة ٣٣٥ھ"

﴿ تحقیق و تعلیق ﴾

صابر احمد البطاوی

اشراف مرکز السنة للبحث العلمی

﴿ ترجمه ﴾

محمد ریاض احمد سعیدی

بیت النور

کتاب .... فَوَائِد حَدِیثِ اَبِی عُمَیر ﷺ

تالیف .... ابو العباس احمد بن ابی احمد الطبری البغدادی

تحقیق و تعلیق .... صابر احمد بطاوی

ترجمہ / کمپوزنگ .... محمد ریاض احمد سعیدی

تحریک و تعاون .... ابو عملو محمد یاسر عطاری / محمد زاھد

صفحات 72

سن اشاعت .... جنوری 2012

﴿ ملنے کے پتے ﴾

فیض رضا پبلی کیشنز

جامعہ قادریہ رضویہ مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ ...... فیصل آباد

اھل السنہ پبلی کیشنز

شاندار بیکری والی گلی منگلا روڈ ...... دینہ

Sell: 0092-0321 7641 096

محمد ریاض احمد سعیدی

بیت النور۔ مکان نمبر P-786 گلی نمبر 15 محلہ اسلام نگر۔ فیصل آباد۔ پاکستان

Muhammad Riaz Ahmad Saeedi

3 Violet Street Burnley BB10 1PU Lancashire UK

Phone: 01282-703933

پیش لفظ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان قادری علیہ الرحمۃ والرضوان نے علوم مصطفیٰ ﷺ پر مشتمل ایک عظیم اور ضخیم کتاب تحریر فرمائی جس کا نام ''اِنْبَاءُ الْحَی اَنَّ کَلَامَہُ الْمَصْنُوْنَ تِبْیَانٌ لِکُلِّ شَیْءٍ'' ہے۔ حضرت علامہ مولانا محمد عیسیٰ صاحب رضوی قادری مد ظلہ العالی نے اس کا اردو ترجمہ ''قرآن ہر شے کا بیان'' کے نام سے کیا ہے۔ اس کتاب میں ''قرآن عظیم کے ظاہری علوم کی کثرت'' کے عنوان کے تحت لکھا ہے:

''قرآن کے علوم ظاہری و باطنی کے درمیان اور بھی بہت سارے علوم موجود ہیں جو ان دونوں علموں کے علاوہ ہیں۔ علامہ باجوری نے شرح بردہ شریف میں اس مصرع کے تحت فرمایا: لَھَا مَعَانٍ کَمَوْجِ الْبَحْرِ فِیْ مَدَدٍ

آیات قرآنیہ کے معانی ایسے ہی بکثرت ہیں جس طرح سمندر کی موجیں۔

علامہ باجوری نے اس سے بعض کے قول کی طرف اشارہ کیا کہ قرآن کریم کے وہ علوم جو ظاہری معنی پر محمول ہیں ان میں سب سے کم تعداد کا قول یہ ہے کہ ان علوم کا مجموعہ قرآن کے اندر چوبیس ہزار آٹھ سو ہے۔ (شرح البردہ، باجوری)

کیا اس سے یہ سمجھا جائے گا کہ ان ظاہری معنی کے استخراج پر ہر عالم کامیاب ہو جائے گا۔ جب ایک عالم ان علوم کا استقصا نہیں کرسکتا ہے تو عام مومن اور اہل زبان کیسے نکال سکیں گے؟ اور اگر ان علوم کے غور وفکر میں عالم کامل کی عمر ختم ہو جائے پھر بھی وہ ان کے مطلع تک نہیں پہنچ سکتے۔ جب غور وفکر سے یہ علوم حاصل نہیں ہو سکتے تو تامل سے مستغنی ہو کر ان کا ادراک کیسے ہوسکتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے: یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ نُغَیْرٌ ؟

اے ابوعمیر چڑیا کے بچے کا کیا ہوا؟

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ حاشیہ صحیح بخاری میں اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابن القاص نے اس حدیث کی شرح میں ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے اس مختصری حدیث سے ساٹھ سے زیادہ فوائد کا استخراج واستنباط کیا ہے۔

حاشیه سیوطی علی البخاری ، کتاب الادب ۵ ، ص ۷۲ ، باب الکنیة للصبی

میں تم سے اللہ تعالیٰ اور اسلام کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں کہ یہ حدیث اصول دین کے بارے میں نہیں ہے اور نہ اسے اظہارِ حکم کے لئے بیان کیا گیا ہے۔ اس کے باوجود علماء ظاہر کے ایک شخص کو ساٹھ سے زیادہ فوائد کے سمجھنے کی توفیق دی گئی۔ کیا اس میں غور وتامل کی ضرورت نہیں؟ یا اس میں ہر شخص کامیاب ہوجائے گا؟'' (۱)

ایک اور جگہ ''حدیث ابوعمیر کے فوائد کی بحث'' کے عنوان کے تحت فرماتے ہیں:

تنبیہ آخر،

توشیح سے مذکور ہوا کہ ابوالعباس نے ابوعمیر کی حدیث میں ساٹھ سے زائد فوائد بیان کئے۔ ابوعمیر کی حدیث یہ ہے۔

یَا اَبَا عُمَیْرٍ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ ؟ اے ابوعمیر چڑیا کے بچہ کو کیا ہوا؟

اس سلسلے میں ہم نے فتح الباری کی طرف رجوع کیا تو اس میں لکھا ہوا دیکھا کہ بعض لوگوں نے محدثین پر عیب لگایا ہے کہ وہ ایسی چیزیں روایت کرتے ہیں جن میں کوئی فائدہ نہیں اور اس کی مثال میں اسی حدیث ابی عمیر کو پیش کیا۔

---

(۱) قرآن ہر شے کا بیان، ترجمہ: علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی قادری، ۶۶۔۶۵

صاحب فتح الباری نے فرمایا کہ جس حیلہ و تدبیر سے بھی ہو یہ معلوم ہوا کہ اس حدیث میں فقہ اور فنون کے وجوہ اور ساٹھ طرح کے فوائد ہیں پھر انہوں نے ان فوائد کو شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا اور سیدی حافظ ابن حجر نے صاحب توشیح کے کلام سے ان فوائد کی تلخیص کی تو اسی حدیث سے اکاون فائدے اخذ کئے اور طرق حدیث کی تلاش و جستجو کے فوائد میں باضابطہ ایک فصل مقرر کی جس میں پانچ فائدے ذکر کئے تو کل فوائد چھپن ہو گئے۔ فَاللّٰہُ اَعْلَمُ (فتح الباری ، کتاب الادب ، باب الکنیة للصبی)

کیا فقیہ طبری نے ساٹھ فائدے مراد لئے یا حافظ ابن حجر نے ان کے بعض کلام کو ساقط کر دیا؟ پھر حافظ ابن حجر نے ابن بطال وغیرہ کی روایت سے بارہ فائدے زائد کئے تو اب یہ کل فائدے اڑسٹھ ہو گئے۔

اَقُوْلُ: لیکن اکثر فوائد، حدیث میں مذکور قصہ سے نکالے گئے ہیں۔ اس قصہ میں یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی زیارت کی اور ان کے گھر میں جماعت سے نماز پڑھی اور میرے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ یہ فوائد مخفی نہیں ہیں اور نہ ان کا انکار کیا جا سکتا ہے اور نہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ محدثین پر عیب لگانے والوں نے ان فوائد پر عیب کا قصد کیا ہے بلکہ عیب لگانے والوں کا مقصود صرف محدثین کی روایت ہے، حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بچے سے فرمایا کہ:

یَا اَبَا عُمَیْرُ مَا فَعَلَ النُّغَیْرُ ؟ اے ابو عمیر! چڑیا کے بچے کو کیا ہوا؟

عیب لگانے والوں نے اس سے یہ سمجھا یہ تو صرف تفریح اور مزاح کے لئے ہے اس کے تحت میں کوئی حکم نہیں اور نہ اس کی روایت کرنے میں اور کوئی فائدہ ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اقوال و افعال، حرکات و سکنات میں سے کسی شے کا کثیر فوائد اور

اہم حکمتوں سے خالی ہونا بعید ہے۔ لہذا ان فوائد کا اہتمام کرنا مناسب ہے جو اس حدیث کے الفاظ مکرمہ کے دامن میں مخفی و پنہاں ہیں۔

امام ترمذی نے ”شمائل“ میں اور امام نووی نے ”شرح مسلم“ میں درست کہا ہے کیونکہ ان دونوں محدثین نے صرف ان فوائد کو جمع کیا جو حدیث کے صرف اس جملے ہی سے نکلتے ہیں۔ پھر میں نے اس کی تلخیص کی جو ابن قاص نے ذکر کیا ہے تو میں نے اس میں اٹھارہ فائدے پائے جو حدیث کے اسی جملے سے متعلق ہیں اور حافظ ابن حجر نے آٹھ فوائد کا اضافہ کیا مگر میرے نزدیک دو فائدے مکمل نہیں ہیں۔ اور امام نووی نے میرے لئے چار کا اور اضافہ فرمایا، میں نے ایک کا اور استفادہ کیا اس سے جو امام ابن حجر مکی کی شرح شمائل میں موجود ہے۔ اور رب ذوالجلال نے اس فقیر بندہ کے دل پر گیارہ فوائد کا فیضان فرمایا لہذا یہ چالیس فائدے مکمل ہو گئے اور مجھے ان سے زیادہ فوائد کی بھی امید ہے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

اس وقت میرا ارادہ یہ ہے کہ اس سلسلے سے فارغ ہونے کے بعد ایک رسالہ لکھوں گا جس کا نام ”منبت الخير في حديث يا ابا عمير“ (۱۳۲۳ھ) رکھوں گا ان شاء اللہ تعالیٰ تا کہ اس کا جزء اول اس کی تاریخ تصنیف پر دلالت کرے، اللہ تعالیٰ ہی سے ہر عظیم و کثیر خیر کی توفیق ہے۔ (۱)

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ”قرآن ہر شے کا بیان“ میں اس حدیث کے متعلق یہ معلومات مطالعہ سے گزریں تو ابن القاص رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس رسالہ کی

---

(۱) قرآن ہر شے کا بیان، ترجمہ: علامہ مولانا محمد عیسیٰ رضوی، ۱۱۴۔۱۱۳

(نوٹ) ”منبت الخير“ رسالے کے متعلق مجھے علم نہیں کہ کیا سیدی اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان رضی اللہ عنہ کو یہ رسالہ لکھنے کا موقع ملا یا نہیں۔ اگر لکھا ہے تو کیا شائع ہوا یا نہیں۔ اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

تلاش شروع ہوئی۔ بڑی حسرت تھی کہ کاش یہ رسالہ مل جائے تو اس کا ترجمہ کر کے شائع کر دیا جائے تاکہ طلبہ کرام بھی اس حدیث کے فوائد سے مستفید ہو سکیں۔ ان کے اذہان میں کشادگی پیدا ہو اور دلوں میں حدیث نبوی کی عظمت مزید پختہ ہو جائے۔ اسی سوچ کے تحت انٹرنیٹ پر عربی کتب کی مختلف (web sites) ویب سائٹس دیکھتا رہا۔ قسمت نے ساتھ دیا اور یہ عظیم رسالہ دو مختلف سائٹس پر مل گیا۔ ایک سائیٹ میں صرف متن تھا اور دوسری میں یہ رسالہ تخریج و تحقیق کے ساتھ تھا۔ تحقیق و تخریج کرنے والے صابر احمد البطاوی ہیں۔ اس طرح اس رسالے کے ترجمہ کا شرف مجھے حاصل ہو گیا۔

رمضان شریف کے پہلے عشرے میں اس کا ترجمہ مکمل کر دیا۔ اتفاق سے برادرم ابو عمار محمد یاسر عطاری صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے اس کا تذکرہ ہوا تو انہوں نے اسے شائع کرنے کے سلسلہ میں تعاون کی پیش کش کی اور بڑے ذوق کا مظاہرہ کیا۔ دوسرے دوست محمد زاہد صاحب نے بھی حصہ ڈالا۔ لہذا یہ رسالہ ان دو دوستوں کے باہمی تعاون سے آپ کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اس تعاون پر اجر عظیم عطا فرمائے۔ میں ان کے تعاون اور حوصلہ افزائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ آپ انہیں اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ اور میرے لئے بھی دعا فرمائیں کہ میں مزید کتب کا ترجمہ کر کے آپ کے سامنے لا سکوں۔ اس سے پہلے سات رسائل تقسیم کر چکا ہوں۔ اس سلسلہ کا یہ آٹھواں رسالہ ہے۔ ان سات رسائل کا مختصر تعارف اسی رسالہ کے آخر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائے اور مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں حضرت علامہ مفتی شمس الہدیٰ صاحب المصباحی دامت برکاتہم العالیہ کا خصوصی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے بعض عبارات کے سمجھنے میں میری رہنمائی فرمائی۔

جَزَاهُ اللّٰہُ تَعَالٰی فِی الدَّارَیْنِ جَزَاءً حَسَنًا ۔ اللہ تعالیٰ انہیں صحت کاملہ نافعہ عطا فرمائے اور ان کا سایہ اہل سنت پر تادیر سلامت رکھے۔ آمین

فاضل نوجوان حضرت علامہ مولانا محمد سہیل احمد سیالوی صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہوں کہ انہوں نے انتہائی مصروفیت کے باوجود سات رسائل کا مختصر تعارف تحریر فرمایا۔ ہمیشہ اپنے مفید اور عمدہ مشوروں سے نوازتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں علم وعمل کی مزید دولت سے سرفراز فرمائے۔

برادرم محمد ناصر الہاشمی صاحب کو کیسے بھول سکتا ہوں جنہوں نے کتاب شائع کرنے میں بھرپور اور بے لوث کوشش فرمائی۔ ورنہ ملک سے باہر ہوتے ہوئے کتاب شائع کرنا کارے دارد۔ انہی کے تعاون اور مشوروں سے یہ دلچسپ اور علمی رسالہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کے کاروبار میں دن دگنی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے۔ اہل السنہ پبلی کیشنز (دینہ ضلع جہلم) کے نام سے اسلامی کتب کا ایک عظیم مکتبہ چلا رہے ہیں۔ انہوں نے متعدد بڑی مفید درسی اور غیر درسی کتب شائع کی ہیں۔ کمپوزنگ کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَشْرَفِ الْمُرْسَلِیْنَ

محمد ریاض احمد سعیدی

مقدمة المحقق

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

سب خوبیاں اللہ عزوجل ہی کے لئے ہیں۔ہم اس کی تعریف کرتے ہیں،اس سے مدد اور بخشش چاہتے ہیں۔ہم اپنے نفسوں کے شر اور اپنے اعمال کی برائیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہتے ہیں۔جسے اللہ ہدایت عطا فرمائے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے وہ گمراہ کرے اسے کوئی ہدایت دینے والا نہیں ہوگا۔میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی معبود نہیں مگر اللہ،وہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔اور میں گواہی دیتا ہوں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

اے اللہ! تو درود بھیج ہمارے آقا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر،آپ کی آل اور تمام صحابہ کرام ﷡ پر اور برکت نازل فرما اور سلام بھیج۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَ لَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۝﴾

[آل عمران ۳:۱۰۲]

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا اس سے ڈرنے کا حق ہے اور تمہیں ہرگز موت نہ آئے مگر مسلمان ہونے کی حالت میں۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا۝﴾ [النساء ٤:١]

اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان (آدم) سے بنایا اور اسی سے

اس کی زوجہ (حوا) کو پیدا کیا اور ان دونوں سے بکثرت مردوں اور عورتوں کو پھیلا دیا اور اللہ سے ڈرو جس کے واسطے سے تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو اور (ڈرو) قرابتوں (میں قطع رحمی) سے بیشک اللہ تم پر نگہبان ہے۔

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۝ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ مَنْ یُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا ۝﴾

[الاحزاب ۳۳:۷۱-۷۰]

اے ایمان والو اللہ سے ڈرو اور سیدھی بات کہو۔ (اللہ) تمہارے لئے تمہارے اعمال کو درست فرمادے گا اور تمہارے لئے تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور جو اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو بیشک وہ بڑی کامیابی کے ساتھ کامیاب ہوا۔

اَمَّا بعد : بیشک محدثین کا شرف و فضل ہر مسلمان کے لئے معروف ہے۔ جبکہ وہ شریعت اسلامیہ کے لئے (قرآن کریم کے بعد) اصل ثانی، سنت مشرفہ کی معرفت میں فضل والے تھے۔ اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے انہیں رسول کریم ﷺ کے ساتھ اتصال کی فضیلت سے بھی خاص فرمایا تھا۔ جیسا کہ کہا گیا ہے: محدثین کے لئے یہ شرف و اعزاز کافی ہے کہ وہ اُس سلسلہ کے آخری ہیں جس کے اول رسول اللہ ﷺ ہیں۔

ہر دور میں امت کی طاقت و قابلیت اور ترقی اس قدر قائم رہی ہے جس قدر اس امت نے نبی کریم ﷺ کی رہنمائی اور ہدایت کے ساتھ تمسک کیا اور معرفت حاصل کی۔ اور امت پر بلا اور آزمائش کا سبب تو بعض لوگوں کی، رسول اللہ ﷺ کی حدیث سے علیحدگی، فقہاء کرام کے اقوال کے سبب حدیث کے ساتھ معارضہ، متکلمین کی تاویلات یا خیالات اور بعض لوگوں کے ذوق ہیں۔

جب نیتیں صحیح اور دل خالص ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت میں غنا اور غایت پائی۔ تیرے لئے یہ کافی ہے کہ تو اس کتاب میں وہ ایک حدیث پانے والا ہے جس سے مؤلف رحمہ اللہ نے ساٹھ سے زائد فوائد اور احکام کا استخراج و استنباط کیا (مسائل نکالے) ان مسائل کے علاوہ جو دوسروں نے ذکر کیے۔

جو کتاب اس وقت ہمارے ہاتھوں میں ہے محدثین اس پر بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں جسے ابو العباس احمد بن احمد طبری رحمہ اللہ نے تالیف کیا جو ابن القاص کی کنیت سے معروف ہیں اور ۳۳۵ ہجری میں فوت ہوئے۔ انہوں نے اس کتاب میں ''حدیث ابو عمیر'' کی شرح کی۔ اسکی شرح کا اہتمام اس لئے کیا کہ بعض لوگوں نے محدثین کرام پر عیب لگایا کہ وہ ایسی چیزیں روایت کرتے ہیں جن میں کوئی فائدہ نہیں ہوتا اور اس کیلئے بطور مثال ابو عمیر کی یہ حدیث پیش کی۔

فرمایا: اس حدیث میں فقہ اور فنون ادب سے ساٹھ طرح کے فوائد ہیں۔

قصہ ابو عمیر کے فوائد پر تنبیہ اور اطلاع پر قدیم علماء سے ابو حاتم رازی نے سبقت کی ہے جو کہ چوٹی کے محدثین سے ہیں پھر اس حدیث کو امام ترمذی نے شمائل میں ذکر کیا۔ (۱)

(۱) دیکھیں: الشمائل المحمدیة للامام ابی عیسٰی الترمذی، تحقیق عزت عبید الدعاس ص (۱۱۹)، شمائل میں اس طرح ہے:

ابو عیسٰی نے کہا: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ مزاح (خوش طبعی) بھی فرماتے تھے۔ اور یہ کہ آپ ﷺ نے ایک بچے کی کنیت رکھی اور اسے بلایا، اے ابا عمیر!

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ بچے کو کھیلنے کے لئے کوئی پرندہ دیا جائے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے اسے فرمایا: يَا اَبَا عُمَيْر ! مَا فَعَلَ النُّغَيْر ؟

اے ابو عمیر چڑیا نے کیا کیا؟ (یا تمہاری بلبل کو کیا ہوا؟)

چونکہ اس کے پاس ایک بلبل تھی جس سے وہ کھیلا کرتا تھا۔ وہ بلبل مر گئی جس کی وجہ سے وہ بچہ غمگین رہتا تھا۔ لہذا نبی کریم ﷺ اس سے خوش طبعی فرماتے تھے اور اسے کہتے تھے: یَا اَبَا عُمَیْر ! مَا فَعَلَ النُّغَیْر ؟

پھر خطابی نے ذکر کیا۔ان تمام حضرات نے جو فوائد ذکر کیۓ انکی تعداد فقط دس کے قریب ہے۔(۱)

مؤلف کی طرف کتاب کی نسبت میں کوئی شک نہیں:

اس کے متعلق حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے اپنے موسوعہ ''فتح الباری بشرح صحیح البخاری '' (۲) میں فرمایا: اس حدیث میں متعدد فوائد ہیں جنہیں ابو العباس احمد بن ابی احمد طبری نے جمع کیا ہے جو ابن القاص کی کنیت سے معروف ہیں۔آپ فقیہ شافعی اور صاحب تصانیف ہیں۔انہوں نے یہ فوائد ایک جزء میں جمع کیے ہیں۔

انہوں نے عن شعبة ، عن ابی التیّاح کی سند سے دو وجہوں سے، حمید عن انس کی سند سے دو وجہوں سے اور محمد بن سیرین کے طریق سے اس کی تخریج کی۔

(۱) دیکھیں :معالم السنن للخطابی علی سنن ابی داؤد، تحقیق عزت عبید الدعاس ٥/٢٠٢

اس شرح میں اس طرح ہے: شیخ نے فرمایا: النُّغَر : ایک چھوٹا پرندہ، اس کی جمع ''النِغران '' آتی ہے۔ابو عمرو نے یہ شعر پڑھا:

يَحْمِلْنَ اَوْعِيَةَ السُّلَافِ كَاَنَّمَا
يَحْمِلْنَهٗ بِاَكَارِعِ النِّغْرَانِ

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ

☆ ...... مدینہ منورہ میں شکار کرنا مباح ہے۔

☆ ...... کلام میں سجع مباح ہے۔(یعنی موزوں کلام یا وہ مصرعہ جس میں کسی کا نام آجاۓ)

☆ ...... خوش طبعی اور ہنسی مذاق کرنا جائز ہے جب تک کوئی گناہ کی بات نہ ہو۔

☆ ...... ناموں کی تصغیر مباح ہے۔

آپ نے اس بچے کی کنیت رکھی حالانکہ اس کا کوئی بچہ نہیں تھا پس یہ باب الکذب میں داخل نہیں ہوا۔اور خطابی کا قول ''اس کے ساتھ کھیلے'' یعنی اسے قید کر کے اور روک کر اس کے ساتھ کھیلے۔

(۲) فتح الباری (١٠/٦٠١)

میں نے اس مقام پر اس حدیث کے طرق کو جمع کر دیا ہے اور ان میں سے ہر ایک کی روایت سے زائد فوائد تلاش کیے ہیں۔

ذہبی نے ''سِیَرُ اَعْلَامِ النُّبَلَاءِ'' (۱) میں ابوالعباس احمد بن ابواحمد المعروف با بن القاص رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں نے حدیث ''ابی عمیر'' کی ان کی شرح دیکھی۔

دارالکتب المصریہ میں اس کتاب کا ایک خطی نسخہ، نمبر (۲۱۸٤) کے تحت پایا جاتا ہے۔ مائیکروفلم کا نمبر (۳٦۱٤٥) ہے۔

ہم نے اس مخطوطہ کو نقل کرنے کے بعد شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی کی ''فتح البـاری'' میں موجود ان تمام فوائد کی طرف رجوع کیا جنہیں حافظ رحمہ اللہ نے شرح کے ساتھ ملخصاً ذکر کیا تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے فقہ اور حدیث کی بڑی کتب کی طرف رجوع کیا اور کتاب میں وارد ہونے والی احادیث کی تخریج، مذکورہ اعلام اور بعض فوائد پر تعلیق کا اہتمام کیا۔ پھر عموم فائدہ کی خاطر کتاب کے آخر میں ''فتح الباری'' میں لکھے گئے فوائد کو وارد کیا جو ''شرح ابن القاص'' سے زائد تھے۔

کتاب کے شروع میں ابوعمیر ؓ کے والدین حضرت ام سلیم بنت ملحان اور حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہما کے طویل حالات زندگی لکھ دیے ہیں۔

میں ہر اس شخص کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں جس نے اس کتاب کی اشاعت میں میری مدد کی۔ خصوصاً برادرم استاذ / سید بن عباس الجلیمی، المکتب السلفی لتحقیق التراث کا جنہوں نے میری بہت مدد کی، میرا ہاتھ بٹایا اور میں نے ان کی کاوش اور علم سے

---

(۱) سیر اعلام النبلاء (۱٥/۳۷۱)

بہت فائدہ اٹھایا۔ اے اللہ! تو انہیں جزائے خیر عطا فرما۔

ایسے ہی مکتب السنۃ کے مالک برادرم شرف حجازی کا اور ہر اس شخص کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس نے کتاب کی نشر و اشاعت میں حصہ لیا اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین میں اچھی جزاء عطا فرمائے۔

وَ آخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْن

وَ كَتَبَهٗ

ابو عبدالرحمن صابر احمد البطاوی

طوخ ...... قليوبية

٢١ من رجب ١٤١١ھ...... ١٩٩١/٢/٦ م

مؤلف رحمہ اللہ کے حالات زندگی

مؤلف کا نام ابو العباس احمد بن احمد ہے ابن القاص کے لقب سے معروف ہیں، طبری فقیہ شافعی ہیں۔ طبرستان میں اپنے وقت کے امام تھے۔ ابن سریج سے فقہ کا درس لیا اور بہت سی کتابیں لکھیں۔ ان میں "التلخیص" "ادب القاضی" اور "المفتاح" وغیرہ ہیں۔ "تلخیص" کی شرح ابو عبد اللہ الختن اور شیخ ابو علی السنجی نے کی۔ یہ ایک چھوٹی کتاب ہے جس کا ذکر امام نے "النہایة" میں چند جگہوں پر کیا ہے۔ اسی طرح امام غزالی رحمہ اللہ الوالی نے کیا ہے۔

آپ کی تمام تصانیف حجم (سائز) میں چھوٹی لیکن کثیر فوائد پر مشتمل ہیں۔ لوگوں کو وعظ کرتے تھے۔ اپنے بعض سفروں میں طرسوس کی طرف گئے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ وہاں قضا کے عہدہ پر بھی فائز ہوئے۔ آپ کے لئے ایک مجلس وعظ کا بھی انعقاد کیا گیا۔ آپ پر رقت، خشیت اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے خوف طاری ہوا تو آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ اور آپ نے 335 ہجری میں وفات پائی۔ ایک قول کے مطابق 336 ہجری میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ (۱)

آپ کے والد ماجد قاص کے لقب سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ وہ اخبار اور آثار بیان کرتے تھے۔

---

(۱) آپ کے مزید حالات کے لئے دیکھیں:

النجوم الزاهرة(۲۹۴/۳) ، شذرات الذهب (۳۳۵/۲)

طبقات الشافعية للسبكي (۱۰۳/۲) ، وفيات الاعيان (۶۸/۱)

سير اعلام النبلاء (۳۷۱/۱۵) ، الانساب (۳۰۲/۱۰)

حضرت امِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی

حضرت ام سلیم بنت ملحان بن خالد بن زید بن حرام بن جندب بن عامر بن غنم بن عدی بن نجار انصاریہ خزرجیہ نجاریہ رضی اللہ عنہا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں۔

آپ زمانہ جاہلیت میں مالک بن نضر جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے والد تھے، کی زوجہ تھیں۔ انصار سے اسلام قبول کرنے والوں کے ساتھ آپ نے اسلام قبول کیا۔ پس مالک غضبناک ہو کر شام چلا گیا اور وہیں مر گیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ انہوں نے کہلا بھیجا: اے ابوطلحہ! کیا تم اتنا بھی نہیں جانتے کہ جس خدا کی تم پوجا کرتے ہو (وہ لکڑی کا بنا ہے) جو زمین سے اُگتی ہے جسے حبشی بنی فلاں کھینچ کر لے آتا ہے؟ ابوطلحہ نے کہا: ہاں میں جانتا ہوں۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: لکڑی کو پوجتے تمہیں شرم نہیں آتی؟ اگر تم اسلام قبول کر لو تو میں تم سے مہر وغیرہ کا مطالبہ نہیں کروں گی۔ ابوطلحہ نے کہا: مجھے سوچنے دو۔ پس وہ چلا گیا (اور تھوڑی دیر بعد) آیا اور پڑھنے لگا: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ (اس کے بعد) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے اپنے بیٹے انس رضی اللہ عنہ سے کہا: اے انس! میرا نکاح ابوطلحہ کے ساتھ پڑھا دو۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نکاح پڑھا دیا۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کہتی تھیں: میں شادی نہیں کروں گی یہاں تک کہ انس پہنچ جائے اور مجلس میں بیٹھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ میری والدہ ماجدہ کو میری طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے، بیشک انہوں نے میری ولایت کو اچھا کیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کی زیارت فرماتے تھے تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں تحفہ پیش کرتیں جو انہوں نے آپ کے لئے بنایا ہوتا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، نبی کریم ﷺ اپنی ازواج مطہرات اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے علاوہ کسی اور خاتون کے ہاں تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ اس لئے آپ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: میں اس پر زیادہ شفقت اس لئے کرتا ہوں کیونکہ اس کے والد اور بھائی میرے ساتھ شہید ہوئے تھے۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کئی غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک رہیں۔ آپ کے مشہور قصے ہیں ان میں ایک وہ قصہ ہے جسے صحیحین (بخاری ومسلم) میں روایت کیا گیا ہے کہ جب سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں پیدا ہونے والا حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا فوت ہو گیا تو کہا کہ جب ابوطلحہ گھر آئیں تو (بچے کی وفات کے بارے میں) مجھ سے پہلے انہیں کچھ نہ بتانا۔ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ گھر آئے اور اپنے بیٹے کے متعلق پوچھا تو کہنے لگیں: وہ پہلے کے مقابلے میں پرسکون ہے۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے گمان کیا کہ وہ عافیت میں ہے۔ آپ نے کھانا کھایا۔ پھر حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے بناؤ سنگھار کیا اور خوشبو لگائی۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے آرام کیا اور ان سے صحبت کی۔

جب صبح ہوئی تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ کے خیال میں اگر کوئی کسی کو کوئی چیز دے تو کیا وہ اس سے اس چیز کی واپسی کا مطالبہ کرسکتا ہے؟ اور کیا وہ دوسرا شخص اسے انکار کرسکتا ہے؟ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا نہیں۔ تو سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: آپ اپنے بیٹے کے بارے میں یہی تصور کرسکتے ہیں۔ انہوں نے یہ سارا ماجرا نبی کریم

ﷺ کو سنایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تم دونوں کو اس رات میں برکت عطا فرمائے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ ہے۔ پھر حضرت عبداللہ بن ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے دس بیٹوں سے نوازا جنہوں نے اپنے والد ماجد سے پڑھا۔

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے کہ جب نبی مکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گزارش کی کہ انس آپ کا خدمت گزار ہے۔ (اس وقت حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عمر دس سال تھی) پس حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے وصال تک خدمت کی۔ آپ نے خادم النبی ﷺ کے نام سے شہرت پائی۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے متعدد احادیث روایت کیں اور ان سے آپ کے بیٹے انس، ابن عباس، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم اور کئی دوسرے لوگوں نے روایات لیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میں جنت میں داخل ہوا تو میں نے کسی کے چلنے کی حرکت اور آواز سنی تو پوچھا۔ یہ کون ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا: یہ غُمَیْصَاء (ام سلیم رضی اللہ عنہا) بنت ملحان، انس بن مالک کی والدہ ہیں۔ (۱)

---

(۱) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے مزید حالات کے لئے دیکھیں:

اسد الغابة فی معرفة الصحابة (۳۴۵/۷)

الاصابة فی تمیز الصحابة (۲۴۳/۸)

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل ام سلیم ام انس بن مالك و بلال رضی الله عنهما (۱۹۰۸/۴)

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی

حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کا نام ونسب اس طرح ہے،

زید بن سہل بن اسود بن حرام بن عمرو بن زید مناۃ بن عدی بن عمرو بن مالک بن نجار بیعت عقبہ اور غزوۂ بدر میں شریک اور نقیب تھے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت ام سلیم بن ملحان رضی اللہ عنہا کے شوہر تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے (میری والدہ ماجدہ) حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کو نکاح کا پیغام بھیجا تو آپ نے فرمایا: تمہارے جیسا آدمی واپس کرنے کے لائق نہیں ہے۔ لیکن تم کافر ہو اور میں مسلمان عورت ہوں۔ میرے لئے آپ سے شادی کرنا جائز نہیں ہے۔ اگر تم اسلام قبول کرلو تو تمہارا مسلمان ہونا ہی میرا مہر ہے۔ اس کے علاوہ میں کچھ نہیں مانگوں گی۔ اس پر وہ مسلمان ہو گئے تو یہی ان کا مہر ہوا۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے کسی عورت کو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے زیادہ بزرگ مہر نہیں سنا۔

جب رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطلحہ اور حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہما کے درمیان (مواخات) بھائی چارہ کرایا تھا۔ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام معرکوں میں شریک رہے۔ بہترین تیرانداز صحابہ کرام میں سے اور بہادر سپاہی تھے۔ غزوۂ احد میں عمدہ کارکردگی کا ثبوت دیا۔ نبی کریم ﷺ کا بچاؤ اپنے آپ کو ڈھال بنا کر کرتے اور آپ کے آگے کھڑے ہو کر تیراندازی کرتے اور اپنی چھاتی سے سپر کا کام لیتے تاکہ نبی کریم ﷺ کا دفاع اور بچاؤ کر

سکیں۔اور کہتے آپ کی گردن مبارک کے آگے میری گردن اور آپ کی ذات اقدس کے سامنے میرا جسم ہے۔ نبی کریم ﷺ (یہ سن کر) فرماتے: ابو طلحہ کی آواز لشکر میں سو لوگوں سے بہتر اور بھاری ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنہوں نے نبی اکرم ﷺ کے لئے بغلی قبر کھودی تھی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے سورہ براءۃ کی یہ آیت پڑھی،

﴿اِنۡفِرُوۡا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ......﴾ [التوبة ٩:٤١]

تو کہنے لگے: میں اس آیت سے یہ سمجھا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے جوانی اور بڑھاپے میں اپنی راہ میں نکل کھڑا ہونے کی خواہش کرتا ہے...... میرے لئے جہاد کا انتظام کرو۔آپ کے بیٹوں نے عرض کیا: آپ نبی کریم ﷺ کے ساتھ شریک جہاد رہے ہیں یہاں تک کہ سرکار دو عالم ﷺ کا وصال ہو گیا۔آپ کے بعد حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ شریک جہاد رہے۔اب ہم آپ کی طرف سے جہاد کریں گے۔انہوں نے (پھر) کہا کہ میرے لئے سامان جہاد کا بندوبست کرو۔پس بیٹوں نے سامان تیار کیا۔آپ سمندری سفر پر روانہ ہو گئے۔ آپ کا وصال ہوا تو لوگوں کو کوئی جزیرہ نہ ملا جہاں آپ کو دفن کیا جاتا۔ یہاں تک کہ سات دن گزر گئے لیکن آپکے جسم میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہ ہوئی۔

34 ہجری میں وفات پائی۔ایک قول کے مطابق 33 ہجری اور دوسری روایت کے مطابق 32 ہجری میں فوت ہوئے۔ کہا گیا ہے کہ جہاد کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں بہت کم روزہ رکھتے تھے۔جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہوا تو سوائے ایام عید کے چالیس سال تک مسلسل روزہ رکھا۔یہ اس شخص کے قول کی تائید کرتا ہے جس نے کہا کہ 51 میں وفات

ہوں۔ (۱)

حضرت ابوطلحہ ﷛ کے فضائل میں ایک معروف واقعہ پیش کرتا ہوں تا کہ آپ کے فضائل بیان کرنے والوں میں میرا بھی شمار ہو جائے۔ (سعیدی)

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ :حَدَّثَنَا عَبْدُاللّٰهِ بْنُ دَاوٗدَ عَنْ فُضَيْلِ بْنِ غَزْوَانَ ، عَنْ اَبِیْ حَازِمٍ ، عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ ﷛ :اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِیَّ ﷺ فَبَعَثَ اِلٰی نِسَائِهٖ فَقُلْنَ: مَا مَعَنَا اِلَّا الْمَاءُ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :مَنْ يَّضُمُّ اَوْ يُضِيْفُ هٰذَا؟ فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ اَنَا، فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلَی امْرَاَتِهٖ فَقَالَ: اَكْرِمِیْ ضَيْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ، فَقَالَتْ مَا عِنْدَنَا اِلَّا قُوْتُ صِبْيَانِیْ ، فَقَالَ :هَيِّئِیْ طَعَامَكِ ، وَ اَصْبِحِیْ سِرَاجَكِ ، وَ نَوِّمِیْ صِبْيَانَكِ اِذَا اَرَادُوْا عَشَاءً ، فَهَيَّاَتْ طَعَامَهَا وَ اَصْبَحَتْ سِرَاجَهَا ، وَ نَوَّمَتْ صِبْيَانَهَا ، ثُمَّ قَامَتْ كَاَنَّهَا تُصْلِحُ سِرَاجَهَا فَاَطْفَاَتْهُ ، فَجَعَلَا يُرِيَانِهٖ كَاَنَّهُمَا يَاْكُلَانِ ، فَبَاتَا طَاوِيَيْنِ ، فَلَمَّا اَصْبَحَ غَدَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ ضَحِكَ اللّٰهُ اللَّيْلَةَ اَوْ عَجِبَ مِنْ فَعَالِكُمَا فَاَنْزَلَ اللّٰهُ :

﴿......وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ط وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [الحشر ۵۹:۹] (۲)

---

(۱) دیکھیں:

اسد الغابة فی معرفة الصحابة (۲/۲۸۹ ، ۶/۱۸۱)

الاصابة فی تمییز الصحابة (۳/۲۸ ، ۷/۱۱۰)

صحيح مسلم ، كتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل ابی طلحة ﷛ (۴/۱۹۰۹)

(۲) كتاب مناقب الانصار ، (۱۰) باب قول اللّٰه عز و جل ﴿وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ﴾ حديث :۳۷۹۸

حضرت ابوہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ (وہ بھوکا تھا) نبی کریم ﷺ نے اپنی ازواج کے پاس آدمی بھیجا۔ ازواج مطہرات نے عرض کیا ہمارے پاس پانی کے سوا اور کچھ نہیں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کون اس کی مہمانی کرے گا؟ ایک انصاری نے عرض کیا: میں (کروں گا)۔

وہ انصاری اس شخص کو لے کر اپنی بیوی کے پاس آئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے مہمان کی اچھی طرح خاطر داری کر۔ بیوی نے کہا: ہمارے پاس صرف بچوں کا کھانا ہے۔ اس انصاری نے کہا: کھانا تیار کر، چراغ جلا اور جب کھانے کا وقت ہو تو بچوں کو سلا دے۔ اس خاتون نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا اور بچوں کو سلا دیا۔ پھر کھڑی ہوئیں گویا چراغ ٹھیک کر رہی ہیں اور اسے بجھا دیا۔ (پھر دونوں میاں بیوی) کھانے پر بیٹھ گئے۔ مہمان کو یہ دکھاتے رہے کہ وہ دونوں کھا رہے ہیں (حالانکہ کچھ نہ کھایا تھا) اور بھوکے رہ کر رات گزاری۔

صبح کو جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہارے رات والے عمل سے خوش ہو گیا اور یہ آیت نازل فرمائی۔

﴿......وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۚ وَ مَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝﴾ [الحشر ۵۹:۹]

اور وہ (دوسروں کو) اپنی جانوں پر مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود انہیں شدید حاجت ہو اور جو اپنے نفس کے بخل سے بچایا گیا تو وہی لوگ کامیاب ہیں۔

مسلم شریف میں اس انصاری کے نام کی صراحت ہے، مسلم کے الفاظ ہیں:

فَقَامَ رَجُلٌ مِّنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ طَلْحَةَ فَانْطَلَقَ بِهٖ اِلٰى رَحْلِهٖ ۔(۱)

ایک انصاری صحابی، جن کا نام ابوطلحہ تھا، کھڑے ہوئے اور مہمان کو اپنے ساتھ لے گئے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الاشربۃ، باب اکرام الضیف و فضل ایثارہ، حدیث: ۱۷۳

[النص المحقق]

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا

أخبرنا شيخنا الإمام الحافظ العلامة شهاب الدين أبو العباس أحمد بن مظفر بن أبي محمد النابلسي - فسح الله في مدته - بقراءتي عليه يوم الثلاثاء العشرين من جمادى الآخرة سنة ست وأربعين وسبعمائة، قال: أخبرنا الإمام الحافظ زين الدين أبو محمد عبد الله بن مروان بن عبد الله بن فيروز الفارقي الشافعي رحمه الله تعالى إجازة قال - وغير واحد- أخبرنا الشيخ الإمام الحافظ تقي الدين أبو عمرو عثمان بن عبد الرحمن ابن الصلاح إجازة، أنا أبو عبد الله محمد بن عمر بن أبي بكر المقدسي بقراءتي عليه عام أحد وستمائة بالموصل، أنا الحافظ أبو سعيد الخليل بن أبي الرجاء ابن أبي الفتح الرَّاراني، أنا الحافظ أبو عبد الله محمد بن عبد الواحد الدقاق، أخبرني الشيخ الخطيب أبو الفتح عبد الرزاق بن حسان بن سعيد بن حسان بن محمد المنيعي المخزومي بقراءتي عليه مرات - ثلاثا - قلت له: أخبركم الشيخ أبو مسعود أحمد بن محمد بن عبد الله بن عبد العزيز البجلي - قدم عليكم - ثنا القاضي أبو محمد الحسن بن محمد بن موسى بن سندوله، أنا أبو علي الزجاجيّ:

نا أبو العباس أحمد بن أبي أحمد الطبري، قال

ابو علی زجاجی نے کہا کہ ہمیں ابو العباس احمد بن ابی احمد طبری نے خبر دی فرمایا:
بہر حال میں ابو عمیر کا قصہ اس کی روایت بیان کرتے ہوئے ذکر کرتا ہوں اور بات کو ان چیزوں کی تخریج کرتے ہوئے پر لطف بناتا ہوں جو اس قصہ میں فقہ، سنت اور فائدہ و حکمت کے فنون کی وجوہ سے پائی جاتی ہیں تاکہ اس حدیث کے سبب محدثین پر اعتراض کرنے والا جان لے کہ ان محدثین کی تعریف کرنا (اولی) بہتر اور ان پر (تبصرہ کرنے کی بجائے) خاموشی مناسب ہے۔ کیونکہ اس قصہ میں فقہ کی ساٹھ وجوہ پائی جاتی ہیں۔ ہم عنقریب ان وجوہ کا بیان اور تفصیل لائیں گے۔ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ، اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے۔

[1] أخبرنا أبو خليفة بن الحباب الجمحي (١)، نا أبو الوليد الطيالسي (٢)، ثنا شعبة (٣)، عن أبي التياح (٤)، عن أنس بن مالك رضي الله عنه:

تخریج: أبو الوليد الطيالسي عن شعبة کے طریق سے...... عِندَ

ابن السني في عمل اليوم الليلة نمبر (٤٠٩) ابي عوانة في مسنده (٢/٧٢) دیکھیں نمبر: ٣

(١) امام ثقہ، بصرہ کے محدث، الفضل بن الحباب الجمحی، محدث بہت سچے تھے۔

دیکھیں: تذكرة الحفاظ (٦٧٠)، سير اعلام النبلاء (١٤/٧)

(٢) ہشام بن عبد الملک، باہلی کے مولا ہیں، بصری، حافظ، امام اور حجت ہیں، ان کے بارے میں امام احمد نے فرمایا: ابو الولید شیخ الاسلام ہیں، میں آج ان پر کسی کو مقدم نہیں کرتا۔

تذكرة الحفاظ (٣٨٢)، تهذيب التهذيب (١١/٤٥)، سير اعلام النبلاء (١٠/٣٤١)

(٣) شعبہ بن الحجاج بن الورد، حجت حافظ، شیخ الاسلام، ابو بسطام الازدی العتکی الواسطی، بصرہ آئے اور بصرہ کے محدث بنے۔

تذكرة الحفاظ (١٩٣)، تهذيب التهذيب (٤/٣٣٨)، سير اعلام النبلاء (٧/٢٠٢)

(٤) یزید بن حمید، الضبعی، البصری، امام احمد نے فرمایا: ثبت ہیں، ثقہ ہیں، ثقہ ہیں۔

دیکھیں: تهذيب التهذيب (١١/٣٢٠)، سير اعلام النبلاء (٥/٢٥١)

أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ - لِأَخٍ لَهُ صَغِيرٍ - : يَا أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ؟

حضرت انس بن مالک ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے چھوٹے بھائی سے فرمایا: اے ابا عمیر! بلبل نے کیا کیا؟

[2] حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمی (١)، وأبو يعلى أحمد بن علی الموصلی (٢)، قالا: ثنا محمد بن عمرو بن جبلة البصری (٣)، ثنا محمد بن مروان (٤)، عن هشام (٥)، [عن]

تخریج: محمد بن عمرو بن جبلة کے طریق سے......

اسے ذکر کیا: ابو یعلی الموصلی نے ''مسند'' میں جلد ٥ حدیث نمبر (٢٨٣٦)

ابوالشیخ نے ''اخلاق النبی ﷺ و آدابہ'' میں صفحہ (٣٢) پر

(١) محمد بن عبداللہ بن سلیمان الحضر می الکوفی، ابو جعفر، مطین کے لقب سے معروف اور علم کی ایک گٹھری تھے۔ دار قطنی سے ان کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا: ثقہ اور (علم کے) پہاڑ ہیں۔

دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ (٦٦٢)، سیر اعلام النبلاء (٤١/١٤)

(٢) صاحب مسند اور مشہور ہیں۔ ابن حبان نے کہا: ان کے اور نبی کریم ﷺ کے درمیان تین افراد ہیں۔

دیکھیں: سیر اعلام النبلاء (١٧٤/١٤)

(٣) محمد بن عمرو بن عباد بن جبلہ بن ابی رواد، عتکی کے مولا ہیں، ابو جعفر البصر ی، ان سے مسلم، ابوداود، ابو بکر بن ابی عاصم، ابوزرعہ اور بقی بن مخلد وغیرہم نے روایت لی ہے۔ تھذیب التھذیب (٣٧٣/٩)

(٤) محمد بن مروان بن قدامہ العقیلی، ابوبکر البصر ی، عجلی کے نام سے معروف ہیں۔ ان میں اختلاف کیا گیا ہے۔ دیکھیں: تھذیب التھذیب (٤٣٥/٩)

(٥) اصل نسخہ میں ہے: ہشام ''بن'' محمد، اور صحیح ہے، ھشام عن محمد ۔ ابو یعلی اور ابوالشیخ۔ تراجم لکھے۔ اور ہشام وہ ابن حسان ہیں، امام حافظ بصرہ کے محدث ہیں، ابو عبداللہ الازدی۔

دیکھیں: سیر اعلام النبلاء (٣٥٥/٦)

محمد (١)، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ، قَالَ :

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَغْشَانَا وَ يُخَالِطُنَا ، فَكَانَ مَعَنَا صَبِيٌّ يُقَالُ لَهٗ :اَبُوْ عُمَيْرٍ ، فَقَالَ : يَا اَبَا عُمَيْرٍ ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ ؟

حضرت انس بن مالک ﷺ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس تشریف لاتے اور ہم سے گھل مل جاتے۔ ہمارے ساتھ ایک چھوٹا بچہ تھا جسے ابوعمیر کہا جاتا تھا۔آپ نے اسے فرمایا: اے اباعمیر! بلبل نے کیا کیا؟

[3]حدثنا عبد الله بن غنام الكوفى (٢)، ثنا أبو بكر بن أبى شيبة (٣)

(١) محمد بن سیرین امام، شیخ الاسلام، ابوبکر الانصاری، الانسی البصری ہیں۔

دیکھیں: سیر اعلام النبلاء (٦٠٦/٤)

(٢) عبداللہ بن غنام یا عبید بن غنام، ان کے نام میں اختلاف کیا گیا ہے۔آپ ابن القاضی حفص بن غیاث ہیں، امام محدث صادق، ابومحمد، النخعی الکوفی۔

دیکھیں: سیر اعلام النبلاء (٥٥٨/١٣)

(٣) ابوبکر بن ابی شیبہ، حافظ عدیم النظیر (بے مثال) حجت، حاذق اور صاحب مسند و مصنف ہیں۔

تذكرة الحفاظ (٤٣٣)، تهذيب التهذيب (٢/٦)، سير اعلام النبلاء (١٢٢/١١)

[3] وكيع عن شعبة کے طریق سے...... عند

احمد فى المسند (١١٩/٣)

الترمذى فى الجامع ،ابواب الصلاة، باب ما جاء فى الصلاة على البسط ، (٣٣٣)

الترمذى فى الشمائل ، باب ما جاء فى صفة مزاح رسول الله ﷺ ، نمبر (٢٣٧)

النسائى فى عمل اليوم والليلة ، باب التسليم على الصبيان ، نمبر (٣٣٥)

ابن ماجة فى كتاب الادب ، باب المزاح ، نمبر (٣٧٢٠)

و باب الرجل يكنى قبل ان يولد له ، نمبر (٣٧٤٠)

....

....

ابن ابی شیبة فی المصنف (ج ۹/ ص ١٤)

اوراسے شعبہ سے وکیع اور ابوالولید الطیالسی کے علاوہ کثیر افراد نے روایت کیا جن کی تعداد دس کے قریب پہنچتی ہے۔آپ اسے آنے والے مواضع میں دیکھیں:شعبہ عن ابی التیاح کی حدیث ہے۔

مسند احمد (۱۷۱/۳)

البخاری فی الصحیح فی کتاب الادب ،باب الانبساط الی الناس، نمبر (۶۱۲۹)

جامع الترمذی ، کتاب البر والصلة ، باب ما جاء فی المزاح (۱۹۸۹)

عمل الیوم واللیلة للنسائی ، باب التسلیم علی الصبیان ، نمبر (٣٣٤)

الادب المفرد للبخاری ، باب المزاح مع الصبی ح (۲۶۹)

مسند الطیالسی ح (۲۰۸۸)

مسند ابی عوانة (۷۲/۲)

السنن الکبری للبیهقی (۲۰۳/۵)

شرح السنة للبغوی ج ۱۲ ، ح (۳۳۷۷)

فائدہ: نسائی کے نزدیک "عمل الیوم واللیلة" نمبر(۳۳۳) میں شعبہ اور ابوالتیاح کے درمیان محمد ابن قیس واقع ہوئے ہیں۔

نسائی نے اس طرح سند بیان کی:اخبرنا عمران بن بکار ثنا الحسن بن خمیر ثنا الجراح بن ملیح عن شعبة ابن الحجاج عن محمد بن قیس عن ابی التیاح ..... اور محفوظ شعبہ عن ابی التیاح ہے۔

اسے ابوالتیاح سے شعبہ کے علاوہ بھی روایت کرنے والے ہیں:

☆ .....پس اسے عبدالوارث نے ابوالتیاح سے روایت کیا۔

مسند احمد (۲۱۲/۳)

نا وَكِيعٌ (۱)، عَنْ شُعْبَةَ، عَنْ أَبِي التَّيَّاحِ الضُّبَعِيِّ، قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ ﷺ، يَقُوْلُ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُخَالِطُنَا، وَنَضَحْنَا لَهُ بِسَاطًا لَنَا، فَصَلّٰى عَلَيْهِ، وَكَانَ يَقُوْلُ لِأَخٍ لِيْ: يَا اَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟

حضرت انس بن مالک ﷺ فرماتے ہیں، نبی کریم ﷺ ہم سے گھل مل کر رہتے۔ ہم نے آپ کے لئے اپنے فرش پر پانی چھڑکا اور آپ ﷺ نے اس پر نماز پڑھی۔ اور آپ میرے چھوٹے بھائی سے (مزاحاً) فرماتے: اے ابوعمیر تمہارے (نُغَیر) بلبل کو کیا ہوا؟

صحیح مسلم، کتاب الآداب، باب استحباب تحنیك المولود، (۳۰/۲۱۵۰)

اخلاق النبی ﷺ و آدابہ، لابی الشیخ، ص (۳۳-۳۲)

البیهقی فی السنن الکبری (۲۰۳/۵) و(۳۱۰/۹)، دلائل النبوۃ (۳۱۳-۳۱۲/۱)

☆...... اسے مثنی بن سعید الضبعی نے ابوالتیاح سے روایت کیا:

عمل الیوم واللیلۃ للنسائی نمبر (۳۳۶)

مسند احمد (۱۹۰۳)

تنبیہ: مسند احمد میں موسیٰ بن سعید واقع ہے اور وہ غلط ہے صحیح مثنی بن سعید ہے۔

☆...... اسے ابوہلال الراسبی نے ابوالتیاح سے روایت کیا:

اخلاق النبی ﷺ و آدابہ لابی الشیخ ص (۳۲)

(۱) وکیع بن الجراح بن ملیح، امام حافظ، معتبر اور حجت ہیں۔ عراق کے محدث ہیں۔ ابوسفیان الرؤاسی الکوفی۔ چوٹی کے علماء میں سے ہیں۔ آپ رحمہ اللہ کے مناقب بہت زیادہ مشہور ہیں۔

دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ (۳۰۹-۳۰۶)، تهذیب التهذیب (۱۳۱-۱۲۳/۱۱)، سیر اعلام النبلاء (۱۴۰/۹)

[4] حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَحْمَدَ الْخُزَاعِيُّ (۱)، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ الْعَدَنِيُّ (۲)، نَا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَزَارِيُّ (۳)، عَنْ حُمَيْدٍ (٤)، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ، قَالَ: كَانَ بُنَيٌّ لِأَبِي طَلْحَةَ يُكْنَى أَبَا عُمَيْرٍ، وَكَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا جَاءَ إِلَى أُمِّ سُلَيْمٍ مَازَحَهُ، فَدَخَلَ فَرَآهُ حَزِينًا،

فَقَالَ: مَا بَالُ أَبِي عُمَيْرٍ حَزِينًا؟

فَقَالُوا: مَاتَ، يَا رَسُولَ اللهِ، نُغَيْرُهُ الَّذِي كَانَ يَلْعَبُ بِهِ،

فَجَعَلَ رَسُولُ اللهِ ﷺ يَقُولُ: أَبَا عُمَيْرٍ، مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ؟ -

قَالَ أَنَسٌ ﷺ: وَمَا مَسِسْتُ شَيْئًا قَطُّ -خَزَّةً، وَلَا حَرِيرَةً- أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُولِ اللهِ ﷺ -

---

(۱) امام مقری محدث ابو محمد اسحاق بن احمد بن اسحاق بن نافع الخزاعی المکی، حرم کے شیخ ہیں۔

ذہبی نے کہا: پختہ اور ثقہ تھے۔ دیکھیں: سیر اعلام النبلاء (۲۸۹/۱٤)

(۲) محمد بن یحیی بن ابی عمر العدنی، ابو عبداللہ حافظ مکہ کے مجاور، ایک مسند تصنیف کی۔ ایک زمانہ عمر پائی۔ اپنے زمانہ میں شیخ الحرم ہو گئے۔ صالح عابد تھے۔ طواف سے کوتاہی نہیں کرتے تھے۔

دیکھیں: تذکرۃ الحفاظ (۵۰۱)، تہذیب التہذیب (۵۱۸/۹۔ ۵۲۰)

سیر اعلام النبلاء (۹٦/۱۲)

(۳) مروان بن معاویہ بن حارث بن اسماء بن خارجہ بن حصن، حافظ محدث ثقہ تھے۔ ابو عبداللہ الفزاری الکوفی، مکہ مکرمہ آئے پھر دمشق چلے گئے۔ امام احمد نے فرمایا: حجت حافظ تھے، پوری حدیث یاد کرتے تھے۔ فقیر صاحب عیال تھے۔ لہذا لوگ ان سے حسن سلوک اور خوش معاملگی سے پیش آتے۔

تذکرۃ الحفاظ (۲۹۵)، تہذیب التہذیب (۹٦/۱۰)، سیر اعلام النبلاء (۵۱/۹)

(٤) حمید بن ابی حمید الطویل، ابو عبیدہ الخزاعی، امام حافظ تھے۔

تذکرۃ الحفاظ (۱۵۲)، تہذیب التہذیب (۳۸/۳)، سیر اعلام النبلاء (۱٦۳/٦)

حضرت انس ﷺ نے فرمایا: حضرت ابو طلحہ ﷺ سے میرا ایک بھائی تھا جس کی کنیت
ابو عمیر تھی، نبی کریم ﷺ جب حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لاتے تو اس
سے خوش طبعی فرماتے۔ ایک دفعہ آپ تشریف لائے تو اسے غمگین دیکھا،

آپ نے پوچھا: ابو عمیر کو کیا ہوا یہ غمگین ہے؟

عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ جس (نُغَیر) بلبل سے کھیلتا تھا وہ مر گیا ہے۔

تو رسول اللہ ﷺ (خوش طبعی کرتے ہوئے) اُسے فرمانے لگے: اے ابو عمیر! بلبل کو کیا ہوا؟

حضرت انس ﷺ نے فرمایا: اور میں نے کسی ریشم یا کسی ریشمی کپڑے کو نہیں چھوا جو
نبی کریم ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔

[5] حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ عَلِيِّ الْمَوْصِلِيُّ ، حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ بَقِيَّةَ (١)، ثَنَا
خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ (٢)، عَنْ حُمَيْدٍ ، عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ ﷺ : اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ
كَانَ يَأْتِي اُمَّ سُلَيْمٍ رضی اللہ عنہا، وَ كَانَ اِذَا مَشٰى يَتَوَكَّأُ ، فَكَانَ يَنَامُ عَلٰى فِرَاشِهَا۔
ثُمَّ ذَكَرَ الْحَدِيْثَ بِطُوْلِهٖ......

حضرت انس بن مالک ﷺ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ
عنہا کے پاس تشریف لاتے۔ اور جب آپ چلتے تو جھک کر چلتے اور ان کے فرش پر نماز ادا
فرماتے۔...... پھر پوری حدیث ذکر کی۔

---

[4][5] حمید الطویل عن انس کے طریق سے، اسے آنے والے مواضع میں دیکھیں:

مسند احمد (٣/١١٤، ١٨٨، ٢٠١)

المنتخب من مسند عبد بن حمید ح (١٤١٥)، (١٤١٦)

السنن الکبری للبیہقی (٥/٢٠٣)

بقیہ حواشی اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں.........

گزشتہ صفحہ کے حواشی.........

شرح السنة للبغوی ج ١٢ ، ح (٣٣٧٨)

☆......پس یہ حدیث ابوالتیاح، محمد بن سیرین اور حمید الطویل سے مروی ہے۔ تینوں، حضرت انس ﷛ سے روایت کرتے ہیں۔

نیز حدیث ثابت عن انس سے بھی روایت کی گئی ہے۔ دیکھیں آنے والے مواضع میں:

مسند احمد (٢٢٢/٣_٢٢٣_٢٨٨)

سنن ابی داود ، کتاب الادب، باب ما جاء فی الرجل یتکنی و لیس له ولد(٤٩٦٩)

الادب المفرد للبخاری نمبر (٣٨٦)، (٨٥٠)

المنتخب من مسند عبد بن حمید (١٢٧٩)، (١٣٣١)

مسند ابو یعلی نمبر (٣٣٤٧)

صحیح ابن حبان ـ احسان ـ نمبر (١٠٩)

اخلاق النبی ﷺ و آدابه ، ص (٣٣)

☆...... قتادہ عن انس ﷛ کی حدیث سے: امام احمد کے نزدیک (٢٧٨/٣)

☆...... جارود عن انس ﷛ کی حدیث سے: مسند الطیالسی ، ح (٢١٤٧)

☆...... زهری عن انس ﷛ کی حدیث سے : حلیة الاولیاء (٣١٠/٧)

(١) وہب بن بقیہ بن عثمان بن سابور بن عبید بن آدم بن زیاد واسطی، محدث امام ثقہ ہیں، وہبان کے نام سے معروف ہیں۔

دیکھیں۔ تهذیب التهذیب (١٥٩/١١) ، سیر اعلام النبلاء (٤٦٢/١١)

(٢) خالد بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن زید الطحان، حافظ امام، مزنی کے مولا ہیں، ابوالہیثم ۔ یا ابومحمد الواسطی ۔ امام احمد نے فرمایا: خالد طحان، ثقہ اور اپنے دین میں صالح تھے۔

تذکرة الحفاظ (٢٦٠) تهذیب التهذیب (١٠٠/٣) سیر اعلام النبلاء (٢٧٧/٨)

ابوالعباس رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہم نے ابو عمیر کا جو قصہ روایت کیا، اس میں فقہ اور فنون کے وجوہ اور ساٹھ (سے زائد) طرح کے فوائد ہیں۔ جو مندرجہ ذیل ہیں:

رضی اللہ عنہم چلنے والے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ متکبرانہ چال نہ چلے اور نہ اس میں دیر لگائے کیونکہ نبی کریم ﷺ جب چلتے تو آگے کی طرف جھکاؤ ہوتا گویا بلندی سے اتر رہے ہیں۔(۱)

[۲] (دوسروں سے ملاقات اور) زیارت کرنا سنت ہے۔

[۳] غیر محرم عورتوں کی زیارت کرنے میں مردوں کے لئے رخصت ہے۔(۲)

---

(۱) الترمذی، کتاب الفضائل، باب ما جاء فی صفة النبی ﷺ،

(۲) فتح الباری (۶۰۰/۱۰) میں، ابن حجر نے ابن القاص کے کلام کا خلاصہ بیان کیا ہے۔ اور اس میں ہے: مردوں کے لئے اجنبیہ عورت کی زیارت کا جواز ہے جب کہ وہ جوان نہ ہو اور فتنہ سے امن ہو۔

دیکھیں: صحیح مسلم بشرح النووی کتاب السلام، باب تحریم الخلوة بالاجنبیة والدخول علیہا۔ اجنبی عورت کے ساتھ تنہا ہونا اور اس کے پاس جانا حرام ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: بنو ہاشم سے تعلق رکھنے والے کچھ لوگ سیدہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے ملنے کے لئے آئے۔ حضرت اسماء، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ گھر میں موجود نہیں تھے) جب وہ گھر آئے تو ان لوگوں کو دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ پھر انہوں نے اس بات کا ذکر نبی کریم ﷺ سے کیا اور کہا: میں نے بھلائی کے علاوہ کچھ نہیں دیکھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اسے اس (کسی بھی قسم کی برائی) سے محفوظ رکھا ہے۔ پھر نبی کریم ﷺ منبر پر کھڑے ہوئے اور حکم دیا آج کے بعد کوئی شخص کسی ایسی عورت کے پاس نہ جائے جس کا شوہر موجود نہ ہو۔ البتہ اگر اس شخص کے ہمراہ ایک یا دو لوگ موجود ہوں۔ (تو جا سکتا ہے)

امام نووی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی شرح میں فرمایا: اَلْمُغِیْبَةُ: میم کے ضمہ (پیش)، غین کے کسرہ (زیر) اور یا ساکن کے ساتھ ہے۔ اس عورت کو کہتے ہیں جس کا شوہر غائب ہو۔===

[٤] حاکم کے لئے رعایا سے ملاقات کرنے کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

[٥] جب حاکم ملاقات کے لئے کسی کو خاص کرے پھر بعض کو چھوڑ کر بعض کو ملاقات کا شرف بخشے تو یہ میلان نہیں ہوگا۔ بعض اہل علم، حکام کے لئے اسے مکروہ جانتے تھے

[٦] جو ہم نے بیان کیا جب یہ ثابت ہو جائے تو اس میں رعایا کے لئے حاکم کی تواضع کا ایک حصہ پایا جاتا ہے۔

[٧] اس میں حکام کے لئے دربانوں کی کراہیت پر دلیل ہے۔

[٨] حاکم کے لئے اکیلے گھومنا جائز ہے۔

[٩] حکام اور امراء کے آگے آگے چابک والوں کا ہونا ایک نئی چیز اور مکروہ ہے۔

جیسا کہ خبر میں روایت کیا گیا ہے:

عَنْ قُدَامَةَ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ ﷺ [بِمِنًى] يَرْمِي الْجِمَارَ عَلٰى نَاقَةٍ [لَهُ]، لَيْسَ ضَرْبٌ وَ لَا طَرْدٌ، وَ لَا اِلَيْكَ اِلَيْكَ۔ (١)

==اور غائب سے مراد، بیوی کے گھر سے غائب ہو۔ خواہ شہر سے غائب ہو اس طرح کہ وہ مسافر ہو، یا گھر سے غائب ہو اگر چہ شہر میں موجود ہو۔

پھر فرمایا: اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو یا تین مردوں کا اجنبی عورت کے ساتھ تنہا بیٹھنا جائز ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک مشہور، اس کی حرمت (یعنی حرام ہونا) ہے۔ پس حدیث کو ایک جماعت پر محمول کیا جائے گا کہ ان کے صالح ہونے یا ان کی جواں مردی وغیرہ کی بنا پر کسی فاحشہ عورت کے ساتھ ان سے موافقت کا واقع ہونا بعید ہے...... مسلم بشرح النووی (١٤/١٥٥)

(١) الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی کراهية طرد الناس عند رمی الجمار (٩٠٣)
سنن النسائی، کتاب المناسك، باب الركوب الی الجمار و استظلال المحرم (٥/٢٦٩)
سنن ابن ماجة، کتاب المناسك، باب رمی الجمار راكبا (٢/١٠٠٩)

حضرت قدامہ بن عبداللہ ﷺ سے مروی ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اپنی اونٹنی پر بیٹھے کنکریاں پھینکتے دیکھا۔ نہ تو وہاں مارنا تھا نہ ادھر اُدھر کرنا اور نہ یہ کہ ایک طرف ہو جاؤ۔ (یعنی ہٹو بچو کا شور بالکل نہ ہوتا تھا)

[۱۰] اوران کے قول [یَغْشَانَا] (تشریف لاتے رہتے تھے) میں ان کے ساتھ کثرت ملاقات پر دلالت ہے۔

[۱۱] بلاشبہ کثرت زیارت سے الفت ومحبت میں کوئی کمی نہیں آتی اور نہ ہی اس میں کوئی فرق پڑتا ہے جبکہ اس میں کوئی حرص ولالچ داخل نہ ہو۔

[۱۲] نبی کریم ﷺ کا حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے فرمانا:

زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا۔(۱) ناغہ کر کے زیارت کیا کرو اس سے محبت بڑھے گی۔

بعض اہل علم کے بقول جب حضرت ابو ہریرہ ﷺ کی فقر ومحتاجی کے باعث ان کی زیارت میں یک گونہ لالچ کو محسوس فرمایا۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے لئے ان کے توشہ دان میں برکت کی دعا فرمائی۔ حضرت ابو ہریرہ ﷺ جب بھی اس میں ہاتھ ڈالتے اپنی حاجت پوری کر لیتے۔ پس انہیں طمع کے بغیر زیارت حاصل ہوئی۔ (۲)

(۱) دیکھیں: الدرر المنتثرة في الاحاديث المشتهرة للسيوطي ۔ انہوں نے اس کی نسبت بزار کی طرف کی ہے۔ اور یہ کہ اسے بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا۔ ان دونوں نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا۔ اور المقاصد الحسنة للسخاوی ص (۲۳۲) طبع دار الکتب العلمية میں اس حدیث کے طرق پر کلام دیکھیں۔

مزید دیکھیں: صحيح الجامع الصغير و زيادته ، للشيخ محمد ناصر الدين الالباني ، الحديث (۳۵۶۸) جہاں انہوں نے ذکر کیا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (۱/۶۶۷)

(۲) الترمذي ، كتاب المناقب ، باب مناقب ابي هريرة ﷺ ۳۸۳۹، مسند احمد (۲/۳۵۲)

[۱۳] [يُخَالِطُنَا] (ہم سے گھل مل جاتے) کا قول الفت اور محبت پر دلالت کرتا ہے بخلاف نفور (نفرت) کے۔ اور یہ (گھل مل جانا) مؤمن کی صفت ہے جیسا کہ بعض اخبار میں روایت کیا گیا ہے: اَلْمُؤْمِنُ اَلُوْفٌ (۱) وَالْمُنَافِقُ نَفُوْرٌ ۔ مومن بہت محبت کرنے والا اور منافق نفرت کرنے والا ہوتا ہے۔

[۱٤] ایک وہ بات جسے خبر میں روایت کیا گیا۔ فِرَّ مِنَ النَّاسِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ ۔لوگوں سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ جب ان کی ملاقات میں کسی قسم کا نقصان ہو، عام طور پر یہ حکم نہیں ہے۔ جب ملاقات و زیارت میں مسلمانوں کے لئے الفت اور محبت ہو تو گھل مل جانا بہتر ہے۔

[۱٥] اس میں نوجوان اور بوڑھی عورتوں کے درمیان معاشرت میں فرق پر دلالت ہے۔ جبکہ نبی کریم ﷺ نے اس شخص کے سامنے عذر پیش فرمایا جس نے آپ ﷺ کو حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ لیکن آپ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا

---

(۱) اَلْمُؤْمِنُ اِلْفٌ مَاْلُوْفٌ، وَ لَا خَيْرَ فِيْمَنْ لَا يَاْلَفُ وَ لَا يُؤْلَفُ ،مومن وہ شخص ہے جو محبت کرے اور محبت کرائے ،اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ خود محبت کرے اور نہ دوسرے اس سے محبت کریں۔

عراقی نے (تخريج احاديث الاحياء) میں اس کے متعلق کہا: احمد اور طبرانی نے حضرت سہل بن سعد ﷺ سے اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت نقل کی اور اسے صحیح قرار دیا۔

دیکھیں: احياء علوم الدين ، كتاب آداب الالفة والاخوة والصحبة والمعاشرة مع اصناف الخلق (۲/۱۵٦)

(۲) احياء علوم الدين ، كتاب آداب العزلة ، (۲/ ۲۲۲) ابو الربیع زاہد نے داود طائی سے عرض کیا: مجھے نصیحت فرمائیں۔ انہوں نے فرمایا: صُمْ عَنِ الدُّنْيَا ، وَاجْعَلْ فِطْرَكَ الْآخِرَة ، وَ فِرَّ مِنَ النَّاسِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ ۔دنیا سے روزہ رکھ لو، آخرت کو اپنا افطار بنا لو اور لوگوں سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔

کی ملاقات سے عذر پیش نہیں فرمایا بلکہ ان کے ہاں بہت زیادہ آنا جانا تھا۔ (۱)

[۱۶] وَمَا مَسِسْتُ شَيْئًا قَطُّ -خَزَّةً، وَلَا حَرِيرَةً- أَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ۔ میں نے کسی ریشم یا کسی ریشمی کپڑے کو نہیں چھوا جو نبی کریم ﷺ کی ہتھیلی سے زیادہ نرم ہو۔ اس قول میں مصافحہ کرنے پر دلالت ہے۔ جب مصافحہ ثابت ہو گیا تو اس میں دلالت ہے کہ جب وہ (زائر) زیارت اور ملاقات کرنے والا داخل ہو تو سلام کرے۔

[۱۷] نبی کریم ﷺ کے مصافحہ پر دلالت ہے۔

[۱۸] اس قصہ میں اس پر دلالت ہے کہ مرد، مرد کے ساتھ مصافحہ کرے نہ کہ

(۱) حضرت صفیہ بن حُبَیّ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ حالت اعتکاف میں تھے۔ میں رات کے وقت آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوئی۔ آپ کے ساتھ بات چیت کی اور پھر واپسی کے لئے کھڑی ہوئی تو مجھے رخصت کرنے کے لئے آپ بھی میرے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ آپ اس وقت اسامہ بن زید کے گھر قیام پذیر تھے۔ دو انصاری وہاں سے گزرے۔ جب ان دونوں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا تو تیزی سے گزرنے لگے۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آرام سے چلو! یہ صفیہ بنت حیی ہیں۔ ان دونوں نے عرض کی سبحان اللہ! یارسول اللہ (ہم آپ کے بارے میں کوئی بدگمانی کیسے کر سکتے ہیں؟) تو نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: شیطان انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ مجھے یہ اندیشہ ہوا کہ وہ تمہارے دل میں کوئی غلط بات نہ ڈال دے۔ (راوی کو شک ہے) یا شاید یہ فرمایا: کچھ ڈال نہ دے۔

صحيح البخاری، کتاب الاعتکاف، باب هل يخرج المعتكف لحوائجه الى باب المسجد

صحيح مسلم، کتاب السلام، باب بيان انه يستحب لمن روى خاليا بامراة و كانت زوجة او محرما له ان يقول: هذه فلانة ، ليدفع ظن السوء به ، مسلم بشرح النووی (۱۰٦/۱٤)

یعنی اس بات کی وضاحت کہ جب کوئی شخص کسی عورت کے ہمراہ اکیلا ہو اور وہ عورت اس کی بیوی یا محرم ہو تو اسے یہ وضاحت کر دینی چاہیے کہ یہ فلاں عورت ہے تاکہ اس کے بارے میں کسی قسم کی بدگمانی ختم ہو جائے

عورت کے ساتھ۔ کیونکہ حضرت انس ﷺ نے یہ نہیں فرمایا: (مَا مَسَسْنَا) ہم نے جب بھی چھوا۔ بلکہ یہ فرمایا: (مَا مَسَسْتُ) میں نے جب بھی آپ ﷺ کا ہاتھ مبارک چھوا۔ اسی طرح عورتوں کو سلام کرنے اور بیعت لینے کے وقت آپ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ مردوں سے مصافحہ فرماتے نہ کہ عورتوں سے۔ (۱)

[۱۹] آپ کے ہاتھوں کی نرمی میں اس بات پر دلالت ہے کہ نمازی کے لئے سجود میں اپنے دونوں ہاتھوں پر بہت زیادہ دباؤ ڈالنا مناسب نہیں۔ جیسا کہ بعض علماء نے اس بات کو اختیار کیا ہے، جب انہوں نے نبی کریم کی صفت میں پایا کہ "شَثْنُ الْكَفَّيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ" (۲) آپ کی ہتھیلیاں اور قدم پر گوشت تھے۔ تو یہ کہہ دیا کہ سجدے میں دونوں ہاتھوں پر اعتماد کرنا چاہیے تا کہ ہاتھوں پر دباؤ پڑے نہ کہ پیشانی پر۔

[۲۰] اس قصہ میں اس بات پر دلالت ہے کہ زیارت اور ملاقات کرنے والے کو اختیار ہے کہ وہ اپنے میزبان کے گھر نماز پڑھے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔

(۱) سنن النسائی (المجتبی)، کتاب البیعة، باب بیعة النساء (۱۴۸/۷)

سنن ابن ماجة، کتاب الجهاد، باب بیعة النساء (۹۵۹/۲)

الموطا، کتاب البیعة، باب ما جاء فی البیعة (۹۸۲/۲)

(۲) البخاری، کتاب اللباس، باب الجعد، اوران کا قول: شَثْن: یہ شین کے زبر، ثاء کے سکون کے ساتھ ہے اور اس کے بعد نون ہے۔ یعنی انگلیاں اور ہتھیلی سخت تھیں۔

یہ صفت پکڑ کی بنا پر مردوں میں قابل تعریف اور عورتوں میں قابل مذمت ہے۔

دیکھیں: النهایة فی غریب الحدیث والاثر لابن اثیر (۴۴۴/۲)

اور بھرپور کلام کے لئے دیکھیں: فتح الباری (۳۷۱/۱۰)

الترمذی، کتاب الفضائل، باب ما جاء فی صفة النبی ﷺ

[۲۱] بعض اہل علم کے قول کے مطابق اس قصہ میں اس بات پر دلالت ہے کہ سنت میں فرش، کھجور کے پتوں اور چٹائی پر نماز پڑھنے کا اختیار ہے۔ بعض اخبار میں کہا گیا ہے کہ وہ چٹائی پرانی اور بوسیدہ تھی۔ یہ اس لئے کہ بعض لوگ چٹائی پر نماز پڑھنا ناپسند جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کے سبب باز رہتے تھے:

﴿......وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۞﴾ [بنی اسرائیل ۸:۱۷]

اور ہم نے کافروں کے لئے دوزخ کو قید خانہ بنایا۔

[۲۲] حضرت انس ﷺ کا آپ ﷺ کے لئے پانی چھڑکانا اور آپ کا اس فرش پر نماز ادا فرمانا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ گھر میں چھوٹا بچہ ہے، اس بات پر دلیل ہے کہ سنت یہی ہے کہ تکلف اور کراہت کو ترک کرے۔

[۲۳] اس بات پر دلیل ہے کہ اشیاء طہارت پر ہوتی ہیں یہاں تک کہ نجاست کا یقینی علم ہو۔ (۱)

[۲٤] ان کا رسول اللہ ﷺ کے لئے فرش پر پانی چھڑکانا اس بات پر دلیل ہے کہ نمازی کو اختیار ہے کہ وہ اپنی نماز میں کشادہ حال، (۲) آسان اور جیسے ممکن ہو کھڑا ہو۔ نہ کہ

---

(۱) اس مسئلہ میں تفصیلی قول کے لئے دیکھیں: الفقه على المذاهب الاربعة، اور اس میں آیا ہے کہ اصل اشیاء میں طہارت ہے جب تک دلیل کے ساتھ نجاست ثابت نہ ہو جائے۔

كتاب الطهارت، مبحث الاعيان الطاهرة، الفقه على المذاهب الاربعة، طبع وزارة الاوقاف المصرية ص (۱۳) اور جو اس کے بعد ہے۔

(۲) اس کی تفصیل کے لئے دیکھیں: المغنى لابن قدامة (۱/۶۲۹)، جہاں انہوں نے وہ امور ذکر کئے نماز سے پہلے جن سے اجتناب کرنا چاہیے تاکہ وہ اپنے دل کو فارغ اور توجہ کو حاضر کرے۔ انہی امور سے یہ بھی ہے کہ اس کا اپنے رات یا صبح کے کھانے سے جلد فارغ ہونا مستحب نہیں ہے۔ اور جب اسے ===

مشقت اور شدت والی حالت پر تا کہ اسے مشقت مشغول نہ کردے اس سے جو اس پر نماز کا ادب اور خشوع لازم ہے۔ جیسے بھوکے کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ نماز سے پہلے کھانا کھالے۔(١) یہ ان بعض مجتہدین کے خلاف ہے جنہوں نے گمان کیا ہے کہ اسے اختیار ہے کہ وہ مشقت والی حالت پر کھڑا ہو۔ جیسا کہ بعض اخبار میں سنا گیا ہے کہ جب رات کو نماز کے لئے کھڑے ہوئے تو انہوں نے (مِسح) (٢) بالوں کا کمبل پہن لیا اور اپنے پاؤں باندھ لئے۔

[٢٥] نبی کریم ﷺ کا اُن کے گھر نماز ادا فرمانا اس لئے بھی ہے کہ وہ آپ سے نماز کے بارے میں علم حاصل کریں۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ عالم کے لئے جائز ہے کہ وہ مستحق اور اہل تک علم پہنچائیں۔ جبکہ اس میں علم کی ناقدری کا اندیشہ نہ ہو۔ بہر حال جو روایت کیا جاتا ہے کہ ''علم عطا کیا جاتا ہے خود بخود نہیں آتا'' اس وقت ہے جب اس میں علم کے لئے ذلت ہو یا متعلم کی طرف سے عالم پر تکبر یا فخر ہو۔(٣)

== پیشاب وغیرہ کی حاجت ہو تو اس کیلئے نماز ادا کرنا مکروہ ہے یہاں تک کہ وہ قضائے حاجت سے فارغ ہو جائے تا کہ وہ نماز کیلئے ایسی حالت میں کھڑا نہ ہو جو اسے خشوع اور نماز میں حضور قلب سے پھیر دے۔

(١) صحيح مسلم، كتاب المساجد و مواضع الصلاة، باب كراهة الصلاة بحضرة الطعام الذى يريد اكله فى الحال و كراهة الصلاة مع مدافعة الاخبثين،

جو شخص کھانا چاہتا ہو، کھانا آجانے کے بعد اس کے لئے نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ اور قضائے حاجت کی ضرورت کے وقت نماز کی کراہت ہے۔

دیکھیں: صحيح مسلم بتحقيق محمد فؤاد عبدالباقى (١/٣٩٢)

(٢) اَلْمِسْحُ : (ٹاٹ یا) بالوں کا کمبل ..... دیکھیں: المعجم الوسيط (٢/٣٠٩)

(٣) اس کے لئے دیکھیں ابوعمر یوسف بن عبدالبر القرطبی رحمہ اللہ المتوفی سنة ٤٦٣ کی کتاب ''جامع بيان العلم و فضله و ما ينبغى فى روايته و حمله'' طبع ادارة الطباعة المنيرية (١/١١٥) عالم کا لوگوں پر اپنا نفس پیش کرنا۔

[۲۶] اس میں آل ابی طلحہ کی خصوصیت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ان کے گھر نماز ادا فرمائی

[۲۷] ان کا اپنے گھر میں قبلہ کا صحیح رخ، رسول اللہ ﷺ کی طرف سے بذریعہ نص پکڑنا نہ کہ دیگر دلائل اور علامات سے۔

[۲۸] ان کے قول [وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِذَا جَاءَ مَازَحَهٗ] میں اس پر دلالت ہے کہ آپ اکثر اس سے خوش طبعی فرماتے تھے۔ اور جب اس طرح ہے تو اس میں دو چیزیں ہیں:

[۲۹] پہلی: یہ کہ بچوں سے مزاح اور خوش طبعی کرنا مباح ہے۔

[۳۰] دوسری: یہ کہ یہ اباحت سنت ہے نہ کہ اباحت رخصت۔ کیونکہ اگر اس کی اباحت بطور رخصت کے ہوتی تو انسب ہوتا کہ اسے کثرت سے نہ کریں۔ جیسے نمازی کے لئے کنکریاں ہٹانے میں (فَاِنْ كُنْتَ لَابُدَّ فَاعِلًا فَمَرَّةً) (۱) اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو صرف ایک بار ایسا کرو۔ کیونکہ یہ رخصت ہے، سنت نہیں ہے۔

---

(۱) مسالۃ "مَسْحُ الْحَصٰى مَرَّةً لِلْمُصَلِّيْ " اس میں عمدہ حدیث، حدیث مُعَيْقِيْب ؓ ہے آپ بیان کرتے ہیں، جو شخص نماز کے دوران سجدے کی جگہ کو صاف کرے ایسے شخص کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا: اگر ایسا کرنا ضروری ہو تو صرف ایک بار ایسا کرو۔

صحیح البخاری ، کتاب العمل فی الصلاۃ ، باب مسح الحصی فی الصلاۃ (۱۲۰۷)

مسلم ، کتاب المساجد و مواضع الصلاۃ ، باب کراھۃ مسح الحصی (۵۴۶/۴۷ ، ۴۸ ، ۴۹)

سنن ابو داؤد ، کتاب الصلاۃ ، باب فی مسح الحصی فی الصلاۃ (۹۴۶)

جامع الترمذی ، ابواب الصلاۃ ، باب ما جاء فی کراھیۃ مسح الحصی فی الصلاۃ (۳۸۰)

سنن النسائی | المجتبی | کتاب السھو ، باب الرخصۃ فیہ ، ای فی مسح الحصی ۔ مرۃ (۷/۳) ح (۱۱۹۱) الکبری میں اس کا نمبر (۵۳۳) ہے۔ ===

[۳۱] جب نبی کریم ﷺ نے اس بچے سے مزاح فرمایا تو یہ تکبر اور غرور کے ترک پر دلالت کرتا ہے۔

[۳۲] یہ بات حسن خلق پر دلالت کرتی ہے۔

[۳۳] اس میں دلیل ہے کہ یہ جائز ہے کہ گھر میں مؤمن کی حالت اس حالت سے مختلف ہو جو باہر نکلتے وقت ہوتی ہے۔ پس گھر میں اکثر مزاح کرتا ہے اور جب باہر نکلے تو ہیبت اور وقار کے ساتھ ہوتا ہے، ہاں ریا اور دکھاوے کے طریقے پر نہ ہو۔ جیسا کہ بعض روایات میں ہے کہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ جب اپنے اہل کے ساتھ ہوتے تو بہت خوش طبعی کرتے اور جب لوگوں میں ہوتے تو بہت معزز اور باوقار ہوتے تھے۔ (۱)

== ابن ماجة ، کتاب اقامة الصلاة و السنة فیها ، باب مسح الحصی فی الصلاة (۱۰۲۶)

مسند الامام احمد (۴۲۶/۳) ، (۵۲۵/۵، ۵۲۶)

سب نے یحیٰ بن ابی کثیر عن سلمة بن عبدالرحمٰن عن معیقیب رضی اللہ عنہ کی سند سے مرفوعاً روایت کیا

(۱) حضرت زید بن ثابت بن ضحاک بن زید بن لوذان بن عمرو بن عبدعوف بن غنم بن مالک بن نجار انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ، جب رسول کریم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تب ان کی عمر گیارہ سال تھی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ کے لئے وحی وغیرہ لکھتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس سریانی زبان میں خطوط آیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو سریانی زبان سیکھنے کا حکم دیا تو انہوں نے اس زبان کو سیکھ لیا۔

آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے زیادہ علم فرائض (مواریث) جانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَفْرَضُکُمْ زَیْدٌ ۔ زید تم میں سب سے زیادہ علم فرائض سے واقف ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ راسخین فی العلم اور صحابہ میں بہت بڑے عالم تھے۔ آپ نے حضرت ابو بکر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما کے دور میں قرآن عظیم لکھا۔ آپ نے ۴۵ ہجری میں وفات پائی۔ اس کے علاوہ بھی قول کیا گیا ہے۔ اور جب فوت ہوئے تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آج اس امت کا حِبر (بڑا عالم) انتقال کر گیا اور امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بعد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کو ان کا خلیفہ بنائے۔

دیکھیں: اسد الغابة (۲۷۸/۲) ، الاصابة (۲۲/۲) ، سیر اعلام النبلاء (۴۲۶/۲)

[٣٤] اور جب معاملہ اس طرح ہے جس طرح ہم نے بیان کیا تو یہ اس بات پر دلیل ہے کہ منافق کی صفت میں جو روایت کیا گیا ہے کہ اس کا پوشیدہ حال اس کے ظاہر حال کے خلاف ہوتا ہے یہ عموم پر نہیں ہے۔ یہ تو ریا اور نفاق کے معنی پر ہے۔

جیسے اللہ جل ثناؤہ نے فرمایا:

﴿وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ج وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ لا قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ لا اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ۝﴾ [البقرۃ ٢:١٤] (١)

اور جب مسلمانوں سے ملتے ہیں کہتے ہم ایمان لائے اور جب اپنے شیطانوں کے پاس اکیلے ہوتے ہیں (تو) کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں ہم تو صرف تمسخر کرتے ہیں،

[٣٥] ان کے قول (فَرَاٰهُ حَزِيْنًا) میں چہروں پر نظر جما کر دیکھنے کے اثبات پر دلیل ہے۔ بعض اہل فراست نے اس معنی پر دلیل پکڑی ہے جس کا ذکر طویل ہو جائے گا اور میں زیادہ کلام کو ناپسند کرتا ہوں کیونکہ (اصل) غرض ان کے علاوہ ہے۔ (٢)

(١) منافقین اور ان کی علامات پر کلام، ان احادیث اور آثار میں دیکھیں جنہیں امام سیوطی رحمہ اللہ نے ''الدر المنثور'' (١/٢٩) میں، شوکانی نے ''فتح القدیر'' (١/٤١) میں اور ابن تیمیہ نے ''الصارم'' میں نقل کیا ہے۔

(٢) ابن قیم نے فرمایا: اللہ سبحانہ نے اپنی کتاب میں مختلف جگہوں پر فراست اور اس کے اہل کی تعریف فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝﴾ [الحجر ١٥:٧٥]

بیشک اس میں نشانیاں ہیں اہل بصیرت کے لیے۔

اور وہ نظریں جمانے والے علامت پکڑنے والے ہیں۔ کہا جاتا ہے: میں نے تجھ میں ایسے ایسے نظریں جمائیں اور فراست سے بھلائی (یا کوئی چیز) طلب کی۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ط ...﴾ [محمد ٤٧:٣٠] ====

[۳۶] اس قصہ میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو اہل ہے وہ آنکھ کے ڈبڈبا آنے پر (۱) استدلال کرسکتا ہے جبکہ نبی کریم ﷺ نے اس بچے کے ظاہری غم اور حزن سے اس کے دل میں پوشیدہ غم پر استدلال کیا یہاں تک کہ اس حالت نے آپ ﷺ کو (اس کی حالت کے بارے میں) پوچھنے پر برانگیختہ کیا۔

[۳۷] ان کے قول [مَا بَالُ اَبِیْ عُمَیْر] (ابوعمیر کو کیا ہوا؟) میں اس بات پر دلیل ہے کہ یہ سنت ہے کہ جب تو اپنے بھائی کو دیکھے اور ملے تو اس کا حال پوچھے۔

[۳۸] اور اس قصہ میں دو سوالوں کے درمیان متفرق لفظ میں سنت میں حسن ادب پر دلیل ہے جیسا کہ بعض اہل علم نے کہا ہے۔

پس جب تو اپنے بھائی سے اس کا حال پوچھے تو تو کہہ: مَا لَکَ؟ تیرا کیا حال ہے؟ جیسے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مَا لَکَ یَا اَبَا قَتَادَۃَ؟ اے ابوقتادہ تجھے کیا ہوا؟

==== اور اگر ہم چاہتے تو ضرور ہم آپ کو یہ لوگ دکھا دیتے بیشک ان کی صورت سے تو آپ انہیں پہچان ہی چکے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

﴿یَحْسَبُھُمُ الْجَاھِلُ اَغْنِیَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج تَعْرِفُھُمْ بِسِیْمَاھُمْ ج ......﴾ [البقرۃ ۲:۲۷۳]

ناواقف انہیں غنی سمجھتا ہے (ان کے) سوال سے بچنے کے سبب۔ (اے سننے والے) تو ان کی صورت سے انہیں پہچان لے گا۔

دیکھیں: "الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ" للامام ابن قیم الجوزیۃ، طبع المدنی

(۱) فتح الباری، "الاستدلال بالعین" (۱۰/۵۹۹)

(۲) حضرت ابوقتادہ انصاری رضی اللہ عنہ کا نام، حارث ہے۔ سلسلہ نسب اس طرح ہے: حارث بن ربعی بن بُلدمہ بن خناس بن عبید بن غنم بن کعب بن سلمہ بن سعد انصاری خزرجی۔ ===

اور جب تو اس کے غیر کے بارے میں سوال کرے تو تُو کہہ: مَا بَالُ اَبِیْ فُلَانٍ؟

جیسے نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں پوچھا: [مَا بَالُ اَبِیْ عُمَیْرٍ] ابو عمیر کو کیا ہوا یہ کیوں غمگین ہے؟

[٣٩] ابو عمیر کے حال کے متعلق نبی کریم ﷺ کے سوال کرنے میں ایک شخص کے جواب دینے میں خبر واحد کے اثبات پر دلیل ہے۔

[٤٠] اس قصہ میں اس بات کے جواز کی دلیل ہے کہ ایسے شخص کی کنیت رکھی جائے جس کا کوئی بچہ نہ ہو۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اسے ناپسند سمجھتے تھے یہاں تک آپ کو نبی کریم ﷺ کی حدیث کی خبر دی گئی۔ (١)

[٤١] [مَاتَ نُغَیْرُهُ الَّذِیْ کَانَ یَلْعَبُ بِهٖ] (اس کا بلبل مر گیا ہے جس کے ساتھ یہ کھیلتا تھا) اس قول میں آپ ﷺ کا انکار اور منع نہ فرمانا، بچوں کے لئے کھیلنے میں رخصت پر دلیل ہے۔

===رسول اللہ ﷺ کے سوار تھے۔ ان کی بدر میں شرکت میں اختلاف ہے۔ آپ احد اور بعد کے تمام غزوات میں شریک رہے۔

ایک قول کے مطابق ۵۴ ہجری میں مدینہ منورہ میں وفات پائی۔ ایک روایت کے مطابق آپ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں کوفہ میں فوت ہوئے۔

دیکھیں: اسد الغابة لابن الاثیر (٦/ ٢٥٠)، الاصابة لابن حجر (١٥٥/٤)، سیر اعلام النبلاء (٤٤٩/٢)

(١) فتح الباری (١٠/ ٥٩٨) میں ہے، ابن ماجہ، احمد اور طحاوی نے اس کا اخراج کیا اور حاکم نے حدیث صہیب سے اسے صحیح قرار دیا۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا تجھے کیا ہے کہ تو ابو یحییٰ کنیت رکھتا ہے حالانکہ تیرا کوئی بیٹا نہیں؟ انہوں نے جواب دیا: نبی کریم ﷺ نے میری کنیت رکھی ہے۔

[٤٢] اس میں بچوں کو آزاد چھوڑنے میں والدین کے لئے رخصت پر دلیل ہے اور یہ کہ جس چیز کا وہ ارادہ کرے، کھیلے۔ جبکہ وہ کھیل، فسق وفجور اور برائی کی طرف لے جانے والی نہ ہو۔ بعض صالحین، والدین کے لئے ناپسند سمجھتے تھے کہ وہ بچے کو تنہا چھوڑیں۔

[٤٣] اس روایت میں اس بات پر دلیل ہے کہ بچوں کے کھیل کود کی جگہوں میں مال خرچ کرنا، مال کو باطل طریقے سے کھانا نہیں کہلائے گا۔ جبکہ گانے کے ممنوعہ آلات سے نہ ہو۔

[٤٤] اس میں پرندے کو پنجرے میں قید کرنے پر دلیل ہے۔

[٤٥] پرندے کے پر کاٹنا تاکہ وہ اڑ نہ سکے، اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو پنجرے وغیرہ میں بند وہ پرندہ جس سے بچہ کھیلتا تھا اس کا پاؤں وغیرہ بندھا ہوگا، یا اس کے پر کاٹے گئے ہوں گے۔ ان میں سے کوئی بھی صورت ہوسکتی ہے باقی کو انہی پر قیاس کیا جائے گا۔ کیونکہ وہ بھی انہی صورتوں پر ہوگی۔ بعض صحابہ کرام ﷺ پرندوں کے پر کاٹنے اور پنجرے میں قید کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے۔(١)

---

(١) فتح الباری (٦٠٢/١٠) میں ہے: پرندے کے ساتھ چھوٹے بچے کا کھیلنا مطلق جائز ہے۔ اس قصے سے استدلال کرتے ہوئے ابن القاص نے یہی لکھا ہے لیکن ان کے ساتھ اختلاف کیا گیا ہے۔

ابوعبدالملک نے کہا: یہ جائز ہے کہ حیوان کو عذاب دینے کی نہی کے سبب یہ قصہ اور اس سے استدلال منسوخ ہو۔

قرطبی نے کہا: حق یہ ہے کہ یہ منسوخ نہیں ہے بلکہ اس میں بچے کو رخصت اور اجازت دی گئی ہے کہ وہ پرندے کو روک کر اس کے ساتھ کھیلے۔

بہر حال بچے کو اس پرندے کو عذاب دینے پر اختیار اور قدرت دینا خصوصاً جبکہ وہ مر جائے، یہ تو کبھی بھی مباح نہیں ہے۔

[٤٦] اس قصہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے حرم سے باہر شکار کیا پھر حرم میں داخل ہو گیا تو اس پر اس شکار کو چھوڑنا ضروری نہیں۔ (۱) کیونکہ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کے دونوں سیاہ پتھریلی زمینوں کے درمیانی قطعہ میں شکار کرنا حرام قرار دیا ہے۔ اور ابو عمیر کا اس پرندے کو روکنا جائز قرار دیا۔

حضرت ابن زبیر ؓ پرندے کو روکنے کا فتوی دیتے تھے۔ اس میں ان کی دلیل یہ ہے کہ جس شخص نے شکار کیا، پھر احرام پہن لیا حالانکہ وہ شکار اس کے ہاتھ میں ہے تو اس پر اس شکار کو چھوڑنا لازم ہے۔ اسی طرح جب حل میں شکار کیا پھر اسے حرم میں داخل کیا۔

امام شافعی رحمہ اللہ نے ان دونوں مسئلوں میں فرق کیا ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا: جس نے شکار کیا پھر احرام پہنا اس حال میں کہ شکار اس کی ملک میں ہے تو اس پر اس شکار کو چھوڑنا لازم ہے۔ اور جس نے شکار کیا پھر اسے حرم میں داخل کیا تو اس پر اسے چھوڑنا لازم نہیں۔

---

(۱) فتح الباری (۱۰/ ۶۰۱) میں ہے: اس حدیث کے فوائد سے یہ مسئلہ باقی ہے کہ بعض مالکیہ اور شافعیہ سے خطابی نے اس پر استدلال کیا ہے کہ مدینہ منورہ کا شکار حرام نہیں ہے اور اس احتمال کا تعاقب کیا ہے جسے ابن القاص نے بیان کیا کہ اگر حل میں شکار کیا گیا پھر اسے حرم میں داخل کیا تو اس وجہ سے اُسے روکنا مباح ہے۔

اس کا جواب امام مالک نے "مدونہ" میں دیا۔ اسے ابن المنذر نے امام احمد اور کوفیوں سے نقل کیا۔ اور اس سے لازم نہیں آتا کہ مدینہ کا حرم اپنے شکار کو حرام نہیں کرتا۔

اور ابن التین نے جواب دیا کہ یہ، حرم مدینہ کے شکار کی تحریم سے قبل تھا۔

اور بعض حنفیہ نے اس کا عکس بتایا ہے۔ انہوں نے کہا: ابو عمیر کا قصہ اس خبر کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے جو مدینہ منورہ کے شکار کی حرمت پر دلالت کرتی ہے۔ دونوں قولوں میں سے ہر ایک دوسرے کی گرفت کرتا ہے۔

[٤٧] [مَا فَعَلَ النُّغَيْرِ] قول میں ناموں کی تصغیر کے جواز پر دلیل ہے جیسا کہ نُغَیر کی تصغیر، نُغَیْرَہ کی۔ آپ ﷺ کے قول کا یہی معنیٰ ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے کی کنیت ابوعمیر رکھی گئی۔

[٤٨] نبی کریم ﷺ جب اس سے اس پرندے کی وجہ سے مزاح فرماتے تو ابوعمیر رو پڑتا (١) پس اس میں دلیل ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ایک اور حدیث میں قول ''جب یتیم روتا ہے تو عرش کانپ جاتا ہے''۔ (٢) یتیم کے ہر طرح کے رونے میں اپنے عموم پر نہیں ہے۔

کیونکہ بچے کے رونے کی دو صورتیں ہیں:

ایک یہ کہ: مزاح اور نرمی کا برتاؤ کرنے کے وقت رونا۔

---

(١) [بِذَلِكَ يَبْكِي] دونوں کلمے غیر واضح ہیں شاید صحیح وہی ہے جو ہم نے لکھا ہے۔

(٢) حدیث عمر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا گیا [اَلْيَتِيمُ إِذَا بَكَى اهْتَزَّ الْعَرْشُ لِبُكَائِهِ] جب یتیم روتا ہے تو اس کے رونے کی وجہ سے عرش کانپ جاتا ہے۔ اسے امام سیوطی نے اللآلی المصنوعة (٢/ ٨٤) میں وارد کیا اور اس کی نسبت ابونعیم کی طرف کی۔ شوکانی نے الفوائد ص (٧٣) میں ان کی اتباع کی۔

معلمی رحمہ اللہ نے اس کے حاشیہ میں فرمایا: اس میں حسن بن ابی جعفر، منکر الحدیث اور علی بن زید بن جدعان ضعیف ہے۔ ابن عراق نے تنزیه الشریعة (٢/ ١٣٦) میں کہا: اس حدیث کی سند میں وہ راوی ہیں جن کے حالات زندگی پر میں واقف نہیں ہوا۔

اس باب میں حدیث انس رضی اللہ عنہ بھی مرفوعاً روایت کی گئی ہے، إِذَا بَكَى الْيَتِيمُ وَقَعَتْ دُمُوعُهُ فِي كَفِّ الرَّحْمٰنِ ۔ جب یتیم روتا ہے تو اس کے آنسو رحمٰن کے ہاتھ (دست قدرت) پر گرتے ہیں۔

خطیب نے "تاریخ بغداد" (١٣/ ٤٢) میں اس کا اخراج کیا اور کہا: بہت منکر ہے میں نے اسے صرف اسی سند سے ہی لکھا ہے۔ اور اس کے رجال ثقہ ہیں سوائے موسیٰ بن عیسیٰ کے۔ وہ مجہول ہے اور اس کی حدیث ہمارے نزدیک غیر مقبول ہے۔

اور اس طریق سے ابن جوزی نے اسے الموضوعات (٢/ ١٦٨) میں وارد کیا۔

دوسری یہ کہ غم یا ظلم کے وقت خوف یا اس چیز کو روک لینے کی وجہ سے رونا جس کی اسے ضرورت ہے۔

جب آپ نے کسی یتیم سے مزاح کیا یا اس سے نرم بات کی اور وہ رونے لگا تو ان شَاءَ اللّٰه تعَالٰی اس سے رحمٰن عزوجل کا عرش نہیں کانپے گا۔

[۴۹] بعض لوگوں نے گمان کیا ہے کہ حکیم (دانا شخص) غیر عاقل کے ساتھ خطاب نہیں کرتا۔ اور ہمارے بعض اصحاب نے فرمایا: اس طرح نہیں ہے بلکہ حکیم کی صفت اس کے خطاب میں یہ ہے کہ وہ وہاں خطاب نہیں کرتا جہاں خطاب کا موضع و مقام اور موقع و محل نہ ہو۔(۱)

اور اسی طرح اس حدیث میں یہ دلیل ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نبی کریم ﷺ نے مزاح کے وقت خطاب کے ساتھ بچے کو مخاطب کیا، فرمایا: یَا اَبَا عُمَیْر مَا فَعَلَ النُّغَیْر ؟ اور علم اور اثبات کے وقت سوال کے ساتھ اسے مخاطب نہیں فرمایا۔ بلکہ اس کے غیر سے مخاطب ہوئے اور دریافت فرمایا: مَا بَالُ اَبِیْ عُمَیْر ؟ ابوعمیر کو کیا ہوا؟ (یہ غمگین ہے)

(۱) فتح الباری (۶۰۱/۱۰) میں ہے: ابن القاص نے اس کا جواب نہیں دیا کہ جسے شعور اور تمیز نہ ہو اس سے مخاطبت (بات چیت کرنا کرنا) کیسا ہے؟

اس میں تحقیق یہ ہے کہ ایسے بچے سے بات چیت کرنا جائز ہے جو خطاب کو سمجھے۔ اور اس میں فائدہ ہے، اگرچہ اسے مانوس کرنے کے لئے ہو۔ اسی طرح اسے حکم شرعی سکھانے کے ارادہ سے ہوتا کہ بچپن میں اس کی مشق ہو جائے۔ جیسے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے قصے میں ہے جب انہوں نے اپنے منہ میں کھجور رکھ لی تھی تو نبی کریم ﷺ نے انہیں فرمایا: تھوتھو، کیا تم نہیں جانتے کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے؟

مطلقاً خطاب بھی جائز ہے جب اس سے قصد، وہاں موجود شخص کو خطاب کرنا ہو یا کسی عاقل سے کچھ پوچھنا ہو۔ اور کئی بار ایسے چھوٹے بچے سے کہا جاتا ہے جو بالکل نہیں سمجھتا جب بخار یا کمزوری وغیرہ ظاہر ہو کہ کیسے ہو؟ اور مراد اس کی کفالت کرنے والے یا اسے اٹھانے والے سے سوال ہوتا ہے۔

[٥٠] اس قصہ میں اس بات پر دلیل ہے کہ عاقل کو چاہیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ ان کی عقلوں کے مطابق مل جل کر رہے اور سب لوگوں کو اپنی عقل کے مطابق نہ سمجھے۔

[٥١] اُنکے پاس نبی کریم ﷺ کے آرام کرنے میں اس بات پر دلیل ہے کہ عورت کی باری کی تقسیم کا مدار رات گذارنے پر ہے۔ اور یہ کہ مرد پر اس بات میں کوئی حرج نہیں کہ وہ دن کے وقت کسی عورت کے ہاں قیلولہ (دو پہر کا آرام) کرے جس دن اس کی باری نہ ہو۔

[٥٢] اس قصہ میں قیلولہ کے سنت ہونے پر دلیل ہے۔ (١)

[٥٣] بعض لوگوں نے حکام کے ادب میں یہ گمان کیا ہے کہ رعیت کی منزل (گھر) میں حکام اور امراء کا سونا اور اس جیسے افعال گھٹیا پن ہے جس سے حاکم کی جوانمردی ختم ہو جاتی ہے، اس قصہ میں اس گمان کے خلاف دلیل ہے۔

[٥٤] نبی کریم ﷺ کا حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بستر پر آرام فرمانا، اس شخص کے قول کے خلاف دلیل ہے جو ناپسند سمجھتا ہے کہ مرد اس عورت کی مجلس میں بیٹھے جس کے ساتھ اس کا محرم نہ ہو یا عورت کا کپڑا استعمال کرے اگر چہ مردوں کے قد و قامت کے مطابق ہو

[٥٥] اس قصہ میں اس بات کا بھی ثبوت ہے کہ مرد کے لئے جائز ہے کہ وہ کسی عورت کے پاس اس کے گھر میں داخل ہو حالانکہ اس کا شوہر غائب ہے اگر چہ وہ عورت اس شخص کی محرم نہ ہو۔ (٢)

[٥٦] نبی کریم ﷺ کے لیے فرش پر پانی چھڑکنے اور آپ ﷺ کے ان کے بستر پر سونے میں، مہمان کی عزت و اکرام پر دلیل ہے۔

---

(١) البانی نے الصحیحہ نمبر (١٦٤٧) پر اس حدیث انس رضی اللہ عنہ کو حسن قرار دیتے ہوئے اسے مرفوع بیان کیا۔ قِیلُوْا، فَإِنَّ الشَّیَاطِیْنَ لَا تَقِیلُ ۔ دو پہر کے کھانے کے بعد لیٹا کرو کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتے۔

(٢) نمبر تین رضی اللہ عنہ کے فائدہ پر کلام دیکھیں جو پہلے گزر چکا۔

[۵۷] اس قصے میں ہے کہ تھوڑی خوشی سنت کے خلاف نہیں ہے۔اور آپ کا قول [كَيْفَ اَنْعَمُ وَ صَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَ الصُّوْرَ](۱) مجھے کیسے خوشی آئے حالانکہ صور والے فرشتے نے صور (بگل منہ میں) لیا ہوا ہے۔عموم پر نہیں ہے مگر اس میں جو تھوڑی خوشی کے علاوہ ہو۔

[۵۸] اس میں دلیل ہے کہ میزبان پر فرض نہیں ہے کہ وہ زائر (ملاقات کرنے والے) کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے گھر کے دروازے تک (مُشَايَعَت) مہمان کے ساتھ جانے کا حکم فرمایا۔(۲) جبکہ اس حدیث میں نبی کریم ﷺ کے لئے دروازے تک ان کی مشایعت کا ذکر نہیں کیا گیا۔

(۱) حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے صحیح مرفوع حدیث مروی ہے: كَيْفَ اَنْعَمُ وَ صَاحِبُ الصُّوْرِ قَدِ الْتَقَمَ الْقَرْنَ وَ اَصْغَى بِسَمْعِهٖ ...... مجھے کیسے خوشی آئے حالانکہ صور والے فرشتے نے صور (بگل منہ میں) لیا ہوا ہے اور کان لگائے ہوئے ہے (کہ کب اسے پھونکنے کا حکم ہوتا ہے)

اور دیکھیں: تفسیر النسائی نمبر (۱۰۲)

(۲) حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مرفوعاً روایت ہے کہ مرد کا اپنے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جانا سنت ہے۔

ابن ماجہ نے نمبر (۳۳۵۸) پر اس کا اخراج کیا، ابن الاعرابی نے اپنی ''معجم'' میں جیسا کہ الضعیفۃ (۲۵۸) میں ہے، قضاعی نے مسند الشہاب میں نمبر (۱۱۴۹۔۱۱۵۰) پر علی بن عروہ الدمشقی عن ابن جریج عن عطاء بن ابی رباح عن ابی ہریرۃ ﷛ کی سند سے مرفوعاً روایت کیا۔

یہ علی بن عروہ کی وجہ سے معلول ہے۔ابن معین نے کہا: وہ کچھ نہیں ہے۔ابو حاتم نے کہا: متروک الحدیث ہے۔صالح جزرہ وغیرہ نے اس کی تکذیب کی۔

اسی طرح یہ متن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے۔

اسے ابن حبان نے المجروحین (۱/۳۴۰) پر، ابن عدی نے الکامل (۱۱۷۳) پر اور بیہقی نے شعب الایمان نمبر (۹۶۴۹) پر روایت کیا۔اور کہا: اس کی اسناد میں ضعف ہے۔===

[۵۹] اہل علم نے اس چیز کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے جسے نبی کریم ﷺ کی صفت سے حدیث ہند بن ابی ہالہ (۱) میں ذکر کیا گیا ہے کہ [كَانُوْا اِذَا دَخَلُوْا عَلَيْهِ لَا يَفْتَرِقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ] (۲) صحابہ کرام ﷺ جب آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ کی مجلس سے کچھ چکھے بغیر جدا نہیں ہوتے تھے۔

=== یہ حدیث ایک اور ضعیف وجہ سے حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے بھی روایت کی گئی ہے۔

ابن الجوزی نے العلل المتناهية (۳۶/۲) پر روایت کی۔

اس کی اسناد میں سلم بن سالم البلخی ہے۔

ابن معین نے کہا: اس کی حدیث کوئی شے نہیں۔

ابوزرعہ نے کہا: اس کی حدیث نہ لکھی جائے۔

اور ابن المبارک اس کی تکذیب کرتے تھے۔

(۱) ہند بن ابی ہالہ تمیمی ﷺ، نبی کریم ﷺ کے ربیب تھے۔ (یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے بیٹے) ان کی والدہ ماجدہ کا نام حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا زوج النبی ﷺ ہے۔ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما نے ان سے نبی کریم ﷺ کی صفت روایت کی ہے۔ آپ ﷺ فصیح بلیغ تھے۔ جمل کے دن حضرت علی ﷺ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔

ان کے حالات زندگی کے لئے دیکھیں: اسد الغابة (۵/ ۴۱۷)، الاصابة (۲۹۳/۶)، تهذيب التهذيب (۷۲/۱۱)

(۲) دیکھیں: البانی کی تحقیق کے ساتھ مختصر الشمائل المحمدية ص(۲۲) طبع بیروت۔

اور دیکھیں: النهاية في غريب الحديث لابن الاثير طبع عيسى الحلبي (۲/ ۱۷۲) مادة "ذوق" اور اسی سے حدیث ہے: كَانُوْا اِذَا خَرَجُوْا من عِنْدِهِ لَا يَتَفَرَّقُوْنَ اِلَّا عَنْ ذَوَاقٍ] صحابہ کرام ﷺ جب آپ ﷺ کے پاس سے رخصت ہوتے تو آپ کی مجلس سے کچھ چکھے بغیر جدا نہیں ہوتے تھے۔ ذواق کی قسم مثلاً آپ کے پاس بھلائی پاتے۔ یعنی آپ سے جدا نہ ہوتے ===

بعض نے کہا: اس سے مراد کھانا ہے۔

بعض نے کہا: اس سے مراد علم کا چکھنا ہے۔

پس اس حدیث کی تفسیر میں اس شخص کی تاویل پر دلیل ہے جس نے اس حدیث کی علم چکھنے پر تاویل کی ہے جبکہ آپ انہیں علم چکھاتے تھے اس میں کھانا چکھنے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

[٦٠] نبی کریم ﷺ کی یہ مبارک صفت تھی کہ آپ اپنے ساتھیوں کے درمیان مشارکت فرماتے تھے (١) یہاں تک کہ ہر کوئی آپ سے اپنا حصہ لے کر فیضیاب ہوتا تھا۔ اور اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لے جا کر کیا کہ آپ ﷺ نے حضرت انس ﷺ کے ساتھ تو مصافحہ کیا، چھوٹے ابو عمیر کے ساتھ مزاح فرمایا اور

=== مگر آپ سے علم و ادب سیکھتے جنہیں وہ اپنے نفسوں اور روحوں کے لئے اس کھانے پینے کے قائم مقام سمجھتے جو جسموں کے لئے ہوتا ہے۔

اس مقام پر "انوار غوثیہ شرح شمائل ترمذی" (٤٩٦) سے ایک اقتباس فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ (سعیدی) سید امیر شاہ قادری گیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

(صحابہ کرام ﷺ) حضور ﷺ کے گھر اپنی حاجتیں لے کر حاضر ہوتے تو آپ ﷺ کی مجلس مبارک سے کچھ چکھنے کے بغیر جدا نہ ہوتے، یعنی آنحضور ﷺ کی مجلس مبارک سے کچھ کھا پی کر ہی اٹھتے۔ یہاں پر (عَنْ ذَوَاق) میں عَنْ بمعنی بعد ہے یعنی آپ ﷺ کی صحبت مبارکہ سے رخصت نہ ہوتے جب تک کچھ کھا پی نہ لیتے۔ گویا کھانے کے بعد ہی مجلس سے جاتے۔ یہ کھانا معنوی بھی ہو سکتا ہے گویا حضور پیغمبر اسلام ﷺ کی مجلس مبارک سے فائدہ حاصل کر کے اٹھتے، تربیت حاصل کرتے، اصلاح حال کرتے، علم و معارف سے بہرور ہوتے، اپنی ضروریات اور حاجات پوری کروا کر جاتے، تکالیف اور مشکلات حل کرواتے، ادب، اخلاق اور معرفت الٰہی حاصل کر کے روح کی پرورش کرتے اور ایمان کا مزہ پا لیتے۔

(١) مواساۃ: سے مراد مقابل کے بغیر مال میں مشارکت ہے۔

دیکھیں: فتح الباری (٢٨/٥)

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے بستر پر آرام فرمایا یہاں تک کہ سب نے آپ ﷺ کی برکت حاصل کی۔ (۱)

[٦١] اور جب طلب علم ہر مسلمان کا فریضہ ہے تو اس کے تحفظ طرق کو کم از کم نفل کے درجہ میں ہونا چاہیے۔

اور اس میں ایک بات یہ کہ ایک قوم نے خبر واحد کا انکار کیا ہے پھر وہ اس میں جدا جدا ہو گئے اور اختلاف کیا:

بعض نے دو گواہوں پر قیاس کر کے دو آدمیوں کی خبر کے جواز کا کہا۔

بعض نے تین کی خبر کے جواز کا قول کیا اور اللہ جل ذکرہ کے اس قول کو دلیل بنایا:

﴿......فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ ......﴾

[التوبة ٩:١٢٢]

تو کیوں نہ نکلی ان کے ہر گروہ سے ایک جماعت کہ وہ لوگ دین کی سمجھ حاصل کریں

(۱) دیکھیں: صحیح مسلم (۱۸۱۵/٤) كتاب الفضائل، باب طِيبِ عِرقِ النبي ﷺ والتَّبرُّك به

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم ﷺ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جا کر ان کے بچھونے پر سو جایا کرتے تھے۔ جبکہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا وہاں نہیں ہوتی تھیں۔ ایک دن نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ان کے بچھونے پر سو گئے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا آئیں تو انہیں بتایا گیا کہ نبی اکرم ﷺ آپ کے گھر میں آپ کے بچھونے پر آرام فرما ہیں۔

جب سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا آئیں تو نبی کریم ﷺ کو پسینہ آیا ہوا تھا اور کچھ پسینہ چمڑے کے بستر پر ایک جگہ اکٹھا ہوا تھا۔ سیدہ ام سلیم رضی اللہ عنہا نے ایک شیشی کھولی اور وہ پسینہ ان شیشیوں میں بھرنے لگیں۔ نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اور پوچھا، اے ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ نَرْجُوْ بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا ۔ یا رسول اللہ! ہم اس کے ذریعے اپنے بچوں کے لئے برکت کے حصول کے خواہش مند ہیں تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تم نے ٹھیک سوچا ہے۔

بعض نے شہادات کے اعلی اور اکبر درجہ پر قیاس کرتے ہوئے چار کی خبر کے جواز کا قول کیا۔

اور بعض نے فرمایا کہ مشہور و متعارف اور خوب عام ہونے کا اعتبار ہے۔

پس اخبار کے طرق کے تحفظ میں وہ عدد ہے جس سے خبر، حد واحد سے دو کی حد اور تین اور چار کی خبر کی طرف نکلے۔ اور شاید پھیلنے والی خبر میں داخل ہو جائے۔

[٦٢] اس قصہ میں ایک بات یہ ہے کہ جب ایک خبر کے کئی طرق ہوں اور طعن کرنے والا اس خبر کے بعض طرق پر طعن کرے تو راوی دوسرے طریق کے ساتھ احتجاج کرے گا (یعنی دلیل پکڑے گا) اور اس طریق کو انقطاع لازم نہیں آئے گا جس سند نے ایک اور طریق کی طرف راستہ پایا۔

[٦٣] محدثین کرام، ناقلین اور راویوں کی پہچان اور علم و روایت کی کثرت میں ان کی قدر و قیمت سے بے پرواہ نہیں ہوتے۔ پس اخبار کے طرق کی حفاظت اور اس کی پہچان میں جس نے اسے روایت کیا اور ان میں سے ہر راوی نے کتنا روایت کیا، وہ چیز ہے جس کے ذریعے راویوں کی مقداریں اور کثرت روایت میں ان کے مراتب معلوم ہوں۔

[٦٤] جب محدثین کرام خبر کے طرق کی پہچان میں انتہا درجہ کی جستجو کرتے ہیں تو وہ اس کوشش و جستجو کے سبب غلطی کرنے والے کی غلطی کو پہچان لیتے ہیں۔ اور اس کے سبب (مُدَلِّسْ) (١) جھوٹے کا جھوٹ اور مدلس کی تدلیس جدا کر دیتے ہیں۔

[٦٥] جب کسی نے سند کے طرق میں مکمل تلاش و جستجو نہیں کی اور ایک طریق پر اکتفاء کیا تو اس پر کم از کم یہ لازم ہے کہ جب روایت میں اس پر تدلیس کی جائے تو وہ یہ کہے:

(١) جیسا کہ اصل میں ہے، سیاق کے موافق ''الکَاذِب'' ہونا چاہیے۔

شاید روایت کی گئی ہے اور میں نے مکمل تلاش نہیں کی۔ پس وہ کوتاہی اور انقطاع کی وجہ سے اپنے نفس کو ملامت کرے اور (یہ کہ) اپنے خصم (فریق مخالف) کے لئے ڈھیلا ہو گیا۔

پس یہ فقہ، سنت اور فنون کے وجوہ اور پورے ساٹھ طرح کے فوائد و حکمت ہیں۔ (بلکہ پینسٹھ)

[٦٦] پھر ہم ساٹھ پر (کچھ) زیادہ کرتے ہیں:

یہ کہ اس حدیث کی مثل میں امتحان کو ثابت کرنا اور ہمارے اور ان جیسوں کے درمیان تمیز ہے۔ جبکہ انہوں نے اس حدیث کی فقہ کی تخریج میں کسی شے کی طرف راہ نہ پائی اور ہم میں سے ایک اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق سے یہ تمام وجوہ نکال لیتا ہے۔

اس میں دو وجہیں ہیں:

ایک یہ کہ: اس کے استنباط میں استخراج کرنے والے کا اجتہاد،

اور دوسری وجہ یہ کہ فقہ اور تخریج احکام میں غیروں پر اس کی فضیلت کا بیان۔

اور جس چشمہ سے پانی نکالا جاتا ہے وہ ایک ہی ہے لیکن خدا تعالیٰ کی قدرت و تدبیر کا عجب کرشمہ ہے کہ ایک نوع کا پانی ہوتا ہے اور ذائقہ میں بعض کو دوسرے پر کافی برتری ہوتی ہے۔

سب خوبیاں اللہ وحدہ کے لئے ہیں اور درود و سلام بھیجے اللہ تعالیٰ سیدنا محمد ﷺ، ان کی آل اور صحابہ کرام ﷺ پر۔ ہم ١٩ (١) جمادی الآخرہ ٧٤٦ ہجری کو منگل کی رات بادرلیہ بحروسہ (٢) دمشق میں جز کو مختصر کرتے ہیں۔

اسے احمد بن علی بن عیسٰی الشافعی عَفَا اللّٰهُ عَنْهُ نے لکھا۔

---

(١) جزء کے شروع میں گزرا: اَلْعِشْرِیْنَ یعنی ١٩ کی بجائے ٢٠۔

(٢) جیسا کہ اصل میں ہے، اور میں شہروں میں اس نام کے کسی شہر کی پہچان میں قادر نہ ہو سکا۔

"فَتحُ البَارِی" کے ان فوائد کا ذکر جو شرح ابن القاص پر زائد ہیں

ابن بطال نے بھی اس حدیث کے فوائد سے مندرجہ ذیل فوائد کا ذکر کیا:

جس پانی کی طہارت کا یقین نہ ہو اس کے چھڑکنے کا استحباب۔

ناموں سے ان کے معانی کا قصد وارادہ نہیں کیا جاتا۔

مسمی پر اطلاق کرنے سے کذب (جھوٹ) لازم نہیں آتا۔ کیونکہ وہ بچہ باپ نہیں تھا حالانکہ اسے "اَبَا عُمَیر" سے بلایا گیا۔

اس واقعہ میں کلام میں سجع (۱) کا جواز ہے جب تکلف کرنے والا نہ ہو۔

یہ (سجع) نبی کریم ﷺ سے ممتنع نہیں ہے جیسے نبی سے انشاء شعر منع ہے۔ (۲)

زیارت کرنے والے کا کھانے کا تحفہ پیش کرنا جس کے متعلق وہ جانتا ہے کہ وہ اسے پسند کرتا ہے خوراک سے ہو یا اس کا غیر ہو۔

اس میں روایت بالمعنی کا جواز ہے کیونکہ قصہ ایک ہے اور مختلف الفاظ سے آیا ہے۔

---

(۱) اَلسَّجعُ : آخری حرف میں دو فاصلوں کا توافق ہے۔ اور افضل وہ ہے کہ جس کے فقرے برابر ہوں۔

اس پر کلام کی تفصیل میں دیکھیں: "جواهر البلاغة" للسيد احمد الهاشمي ص (۲٦) اور اس کے بعد والے صفحات۔

(۲) اس میں تفصیلی کلام کے لئے اللہ تعالی کے اس قول پر "تفسیر ابن کثیر" کی طرف رجوع کریں، ﴿وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهٗ ؕ......﴾ [٦٩:٣٦]

اور ہم نے اپنے نبی کو شعر کہنا نہیں سکھایا اور نہ یہ ان (کی شان) کے لائق ہے۔

بعض حدیث پر اقتصار جائز ہے۔ کبھی اسے طوالت کے ساتھ لانا اور کبھی مختصر لانا دونوں طرح جائز ہے۔ اور یہ سب اس بات کا احتمال رکھتا ہے کہ حضرت انس ﷛ سے مروی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اس راوی سے مروی ہو جو ان کے بعد ہے۔ اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس قصہ کا بعض حصہ حضرت انس ﷛ سے مروی ہو اور زیادہ ان سے مروی ہو جو ان کے بعد ہیں۔ اور یہ مخارج کے اتحاد اور اس کے اختلاف کو ظاہر کرتا ہے۔

اس قصہ میں شفقت سے چھوٹے بچے کے سر پر ہاتھ پھیرنے کا جواز ہے۔

اگر ایذاء نہ ہو تو کسی شخص کو اس کے نام کی تصغیر کے ساتھ بلانے کا جواز ہے۔

اس سائل کے لئے سوال کرنا جائز ہے جسے واقعہ کا علم ہو، جیسے نبی کریم ﷺ کا قول "مَا فَعَلَ النُّغَيْرُ" حالانکہ آپ ﷺ جانتے ہیں کہ وہ بلبل مر گیا ہے۔

اس میں خادم کے اعزاء واقارب کا اکرام اور ان کے لئے محبت کا اظہار ہے۔ کیونکہ اس پورے واقعہ میں نبی کریم ﷺ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا اور ان کے اہل خانہ کے ساتھ جو سلوک فرمایا اس کا غالب حصہ حضرت انس ﷛ کی اس خدمت کے واسطہ سے تھا۔

قصہ ابی عمیر میں وہ فوائد جنہیں ابن القاص وغیرہ نے ذکر نہیں کیا

امام احمد کے نزدیک عمارہ بن زاذان عن ثابت عن انس ﷛ کی روایت کے آخر میں ہے، (فَمَرِضَ الصَّبِيُّ فَهَلَكَ) وہ بچہ بیمار ہوا اور پھر فوت ہو گیا۔ انہوں نے بچے کی وفات کے قصہ میں یہ حدیث ذکر کی۔ اور حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوطلحہ سے اس بچے کی موت کو چھپایا یہاں تک کہ حضرت ابوطلحہ ﷛ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ساتھ آرام کیا۔ پھر جب صبح ہوئی تب انہوں نے حضرت ابوطلحہ ﷛ کو خبر دی۔ انہوں نے نبی کریم

ﷺ کی بارگاہ میں یہ سارا واقعہ بیان کیا۔آپ ﷺ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہوئیں۔پھر بچہ پیدا ہوا۔حضرت انس رضی اللہ عنہ اس بچے کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائے۔آپ نے اس بچے کو کوئی چیز چبا کر کھلائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔

کتاب الجنائز میں اس کی مکمل شرح گزر چکی ہے۔(۱) قریب ہی باب المعاریض میں (۲) اس کے بعض حصے کی طرف اشارہ آئے گا۔

دمیاطی نے "انساب الخزرج" میں جزم فرمایا ہے کہ ابوعمیر رضی اللہ عنہ بچپن میں فوت ہو گئے تھے۔

ابن الاثیر (۳) نے صحابہ کرام میں ان کے حالات بیان کرتے ہوئے کہا: شاید یہی وہ غلام ہے جس کے معاملے میں حضرت ام سلیم اور حضرت ابوطلحہ کے لئے یہ واقعہ پیش آیا؟

---

(۱) فتح الباری : کتاب الجنائز ، باب من لم یظهر حزنه عند المصيبة (۲۰۱/۳)

مصنف نے حدیث کی شرح کے وقت ذکر کیا کہ یہ مذکور ابن، ابوعمیر ہی ہے جس سے نبی کریم ﷺ مزاح فرماتے تھے۔

دیکھیں: فتح الباری (۵۰۱/۹) کتاب العقیقة ، باب تسمية المولود غداة يولد

اور دیکھیں: صحیح مسلم ، کتاب فضائل الصحابة ، باب من فضائل ابی طلحة الانصاری رضی اللہ عنہ (۱۹۰۹/٤)

اور اس میں ابوطلحہ کے غلام کی وفات کا قصہ ہے۔امام نووی رحمہ اللہ نے حدیث کی شرح میں ذکر کیا: یہ غلام جو فوت ہوا وہ یہی ابوعمیر صاحب النغیر ہے۔ صحیح مسلم بشرح النووی (۱۱/۱٦)

(۲) فتح الباری (٦١٠/١٠)

(۳) دیکھیں: اسد الغابة فی معرفة الصحابة لابن الاثیر طبع دار الشعب (۲۳۳/٦) ابوعمیر بن ابوطلحہ کے حالات۔اس میں حضرت ابوطلحہ کے غلام کی وفات کے قصے کے بعد ہے، اس رات کو مرنے والا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں:

گویا انہیں عمارہ بن زاذان کی وہ روایت متحضر نہیں تھی جس کی تصریح کی گئی ہے پس انہوں نے اسے احتمالاً ذکر کیا۔

میں نے کسی ایسے شخص کو نہیں دیکھا جس نے ابو عمیر کا ذکر صحابہ میں کیا ہو اور قصة النغیر کے علاوہ ان کا کوئی قصہ ذکر کیا ہو۔ اور نہ انہوں نے اس کا نام ذکر کیا ہے۔ بلکہ بعض شارحین نے جزم کیا ہے کہ ان کا نام ہی ان کی کنیت تھا۔

اس بنا پر یہ حدیث کے فوائد سے ہوگا، اور وہ ہے، اَب یا اُم کے ساتھ اسم مصدر کو اسم علم بنانا بغیر اس کے کہ اس کے لئے اس کے علاوہ کوئی نام ہو۔ لیکن ربعی بن عبداللہ کی روایت میں قول انس سے یہ چیز معلوم ہوتی ہے کہ (یُکنی ابا عُمَیْر) کہ ان کی کنیت کے علاوہ ان کا نام تھا۔

ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے ہشیم عن ابی عمیر بن انس ابن مالک کی روایت کا اخراج کیا کہ وہ اپنے چچا سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں۔ محدثین نے اس ابو عمیر کا ذکر

گزشتہ صفحہ کا حاشیہ......

بچہ، ابو عمیر تھا۔

ابن الاثیر نے حضرت عبداللہ کے حالات کے بعد اس سے زیادہ قصہ لکھا۔ پھر کہا: وہ بچہ یعنی ان کا بھائی جس کا انتقال ہو گیا تھا ابو عمیر تھا جس سے نبی کریم ﷺ مزاح فرمایا کرتے تھے اور خوش طبعی کرتے ہوئے فرماتے: یَا اَبَا عُمَیْر! مَا فَعَلَ النُّغَیْر؟ ابو عمیر! تمہارے بلبل کو کیا ہوا؟ (۲۸۵/۳)

اور اسد الغابة (۳۴۵/۷) میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حالات میں آیا ہے، ابو طلحہ نے اسلام قبول کر لیا اور ام سلیم رضی اللہ عنہا سے نکاح کر لیا۔ ان کا اسلام اچھا تھا۔ کچھ عرصے کے بعد ان کے گھر ایک لڑکا پیدا ہوا جو بچپن ہی میں فوت ہو گیا۔ اس کا نام ابو عمیر تھا۔ چونکہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ اس سے پیار کرتے تھے اس لئے اس بچے کی وفات سے انہیں بہت صدمہ ہوا۔ بعد میں ان کے ہاں ایک اور بیٹا ہوا جس کا نام عبداللہ بن ابو طلحہ تھا۔

کیا کہ یہ حضرت انس ﷺ کے بڑے بیٹے تھے اور ان کا نام عبداللہ ذکر کیا۔ جیسا کہ حاکم اور امام احمد وغیرہ نے اس پر جزم فرمایا۔ شاید حضرت انس ﷺ نے اپنے بیٹے کا نام اپنے اخیافی (ماں کی طرف سے) بھائی کے نام پر اور اس کی کنیت اُس کی کنیت پر رکھی ہو۔ اور حضرت ابو طلحہ ﷺ نے اپنے اس بیٹے کا نام ابو عمیر کے نام پر رکھا ہو جو ابو عمیر کی وفات کے بعد عطا ہوا لیکن اس کی کنیت اُس فوت ہونے والے ابو عمیر کی کنیت پر نہ رکھی ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ (اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے)

پھر میں نے ابن الجوزی رحمہ اللہ کی کتاب ''اَلنِّسَاء'' میں پایا جسے انہوں نے اس کتاب کے آخر میں حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حالات میں محمد بن عمرو کے طریق سے اخراج کیا، اور وہ ابو سہل البصری ہیں۔ اور اس میں ایک قول ہے، عن حفص بن عبیداللہ، عن انس ...... کہ حضرت ابو طلحہ ﷺ نے حضرت ام سلیم سے نکاح کیا۔ حضرت ابو طلحہ ﷺ کا اُن سے ایک بیٹا تھا جنہیں حفص کہا جاتا تھا۔ وہ بچہ بڑا ہوا۔ حضرت ابو طلحہ ﷺ نے اس حال میں صبح کی کہ وہ روزہ دار تھے۔ پس انہوں نے اس قصہ جیسا ایک قصہ پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا جو صحیح روایت میں ہے یعنی بچے کی وفات، ام سلیم کا ان کے ساتھ سونا، ان کا ابو طلحہ سے کہنا کہ آپ کیا کہتے ہیں اگر کوئی شخص آپ کو کوئی چیز عاریۃً دے ......، اُن کا نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر دینا، آپ کا ان دونوں کے لئے دعا فرمانا، بچے کی ولادت اور ان کا بچے کو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجنا تاکہ آپ اسے کوئی چیز چبا کر کھلائیں۔

قصہ میں اس چیز کی مخالفت ہے جو صحیح روایت میں ہے:

ایک یہ کہ بچہ صحیح تھا پس اچانک فوت ہو گیا۔

ایک یہ کہ وہ بڑا ہوا یعنی جوان ہوا۔

باقی اس کے معنی میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ابو عمیر کا نام حفص تھا اور یہ نام اس
س پر وارد ہوتا ہے جس نے صحابہ کرام اور مبہمات میں کچھ لکھا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

قصہ ابو عمیر سے تعلق رکھنے والی باتوں سے ایک وہ بات ہے جسے حاکم (۱) نے
علوم الحدیث'' میں ابو حاتم الرازی سے روایت کیا، انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ ہمارے بھائی
الح بن محمد یعنی حافظ کی حفاظت فرمائے جن کا لقب جزرہ ہے وہ ہمیشہ غائب اور حاضر رہ کر
یں خوش رکھتے ہیں، (۲) مجھے لکھا کہ جب ذہلی کا نیشا پور میں وصال ہوا (۳) تو انہوں نے
نے لئے ایک شیخ مقرر کیا جنہیں'' مَحْمِشْ '' کہا جاتا تھا۔ محمش نے انہیں حدیث انس
سنوائی، پس کہا: یَا اَبَا عَمِیْرُ! مَا فَعَلَ الْبَعِیْرُ؟ اے ابو عمیر! اونٹ نے کیا کیا؟ انہوں نے
میر کو عین کے فتح (زبر) کے ساتھ'' عَظِیْم '' کے وزن پر پڑھا۔ اور کہا: نغیر میں نون کے
لے با مفتوحہ ہے اور پہلے'' عَظِیْم '' کے وزن پر غین کی بجائے عین پڑھا۔ پس دونوں نام
ل دیئے۔ یعنی عُمَیْر کی بجائے عَمِیْر اور نُغَیْر کی بجائے بَعِیْر۔

) امام المحدثین امام حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نیسابوری، جلیل القدر امام، حافظ عارف ثقہ اور
ع علم والے تھے۔ لوگوں نے ان کی امامت وجلالت اور عظیم مرتبہ پر اتفاق کیا ہے۔ آپ کے علم ودرایت
ی وجہ سے دور دراز کے شہروں سے لوگ حاضر ہوئے۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ چوٹی کے ان علماء
ے تھے جن کے سبب اللہ تعالیٰ نے اس دین کی حفاظت فرمائی۔

آپ نے نفع بخش کتب تصنیف فرمائیں۔ جن میں سے کچھ یہ ہیں: معرفة علوم الحديث،
ریخ علماء نیسابور، المدخل الى علم الصحيح، المستدرك على الصحيحين اور فضائل
مام الشافعي۔

آپ رحمہ اللہ ۴۰۵ ہجری میں فوت ہوئے۔

آپ کے مزید حالات زندگی کے لئے دیکھیں: وفيات الاعيان (۲۸۰/۴)، طبقات

باقی اگلہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں

میں کہتا ہوں: مَحْمِشْ لقب ہے۔ پہلی میم کے فتح (زبر) اور دوسری میم کے کسر
(زیر) کے ساتھ ہے۔ ان دونوں میموں کے درمیان حاء مہملہ ساکنہ اور آخر میں شین ہے۔ ان
کا نام محمد بن یزید بن عبداللہ النیشابوری السلمی ہے۔ ابن حبان نے انہیں ثقات میں ذکر کیا
اور کہا: یزید بن ہارون سے روایت کیا۔ ان کی طبیعت میں خوش طبعی تھی۔

تَمَّتْ بِحَمْدِاللہ

صابر احمد البطاوی

الشافعية للسبكي (٦٤/٣)، تذكرة الحفاظ (١٠٣٩)، شذرات الذهب (١٧٦/٣)

(٢) علوم الحديث ص (١٤٦) اور اس میں (يُبْسِطُنَا) کی بجائے (يُضْحِكُنَا) ہے۔ وہ غائب
اور حاضر رہ کر ہمیشہ ہمیں ہنساتے ہیں۔

(٣) علوم الحديث میں ہے: جب محمد بن یحییٰ الذہلی کا وصال ہوا۔

1- فهرس الآيات

الآية		رقم الصفحة
﴿وَ اِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قَالُوْا آمَنَّا ج......﴾	[البقره ٢:١٤]	42
﴿يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ج......﴾	[البقره ٢:٢٧٣]	43
﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ ......﴾	[آل عمران ٣:١٠٢]	9
﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ ......﴾	[النساء ٤:١]	9
﴿اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّ ثِقَالًا ......﴾	[التوبة ٩:٤١]	20
﴿......فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ ......﴾	[التوبة ٩:١٢٢]	53
﴿اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝﴾	[الحجر ١٥:٧٥]	42
﴿......وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝﴾	[الاسراء ١٧:٨]	38
﴿يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا ......﴾	[الاحزاب ٣٣:٧٠]	10
﴿وَ مَا عَلَّمْنٰهُ الشِّعْرَ وَ مَا يَنْۢبَغِىْ لَهٗ ط......﴾	[يس ٣٦:٦٩]	56
﴿وَ لَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ط......﴾	[محمد ٤٧:٣٠]	42
﴿......وَ يُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَ لَوْ كَانَ بِهِمْ ......﴾	[الحشر ٥٩:٩]	21

2۔ فهرس الاحاديث

	صفحہ
أبا عمير !ما فعل النغير ؟	29
اذا بكى اليتيم اهتز العرش	47
اذا بكى اليتيم وقعت دموعه فى كف الرحمن	47
افرضكم زيد	41
اما علمت انا لا ناكل الصدقة	48
ان كنت فاعلا فواحدة (مسح الحصى)	40
ان كنت لا بد فاعلا فمرة	40
ان الشيطان يجرى من ابن آدم	36
ان الله قد برأها من ذلك	32
ان من السنة ان يخرج الرجل مع ضيفه	50
انى ارحمها ، قتل ابوها و اخوها معى	17
بارك الله لكما فى ليلتكما	18
حرّم ﷺ الاصطياد بين لابتى المدينة	46
دخلت الجنة فسمعت خشفة	18
رايت النبى ﷺ بمنى على ناقة له	33
زر غبا تزدد حبا	34
صوت ابى طلحة فى الجيش خير من مائة رجل	20
على رسلكما انها صفية	36
العلم يؤتى و لا يأتى	39
فمرض الصبى فهلك	57

قيلوا فان الشياطين لا تقيل 49

كان إذا جاء ام سليم مازحه (ابا عمير) 29-40

كان إذا مشى توكأ (يتوكأ) 30

كان شثن الكفين 37

كان يأتي أم سليم 17

كان يخالطنا ، ونضحنا له بساطا لنا 28

كان يدخل بيت ام سليم فينام 53

كان يزور ام سليم 17

كان يغشانا ويخالطنا 26

كانوا إذا دخلوا عليه 51

كخ كخ (قالها للحسن بن على رضى اللّٰه عنهما) 48

كيف أنعم وصاحب الصور...... 50

لا يدخلن رجل بعد يومي هذا على مغيبة 32

لم يكن رسول اللّٰه يدخل بيتا غير...... 17

ما بال أبي عمير حزينا ؟ 29-43-44-48

ما تصنعين يا ام سليم ؟ ...... اصبت 53

ما لك يا أبا قتادة ؟ 43

ما مسست شيئا قط ......ألين من كف رسول اللّٰه ﷺ 29-36

(المنافق) يخالف سره علانيته 42

يا أبا عمير! ما فعل النغير؟ 25-26-28-29-61

يا رسول اللّٰه ! هذا انس يخدمك 18

اليتيم اذا بكى اهتز العرش لبكائه 47

3- فهرس الآثار

طرف الاثر	الصفحة
أرأيت لو ان رجلا اعارك عارية	60
ان ابا طلحة خطب ام سليم	19
ان ابا طلحة قرأ سورة براء ة	20
ان النبى ﷺ كنانى	44
جزى الله امى عنى خيرا	16
خطب ابو طلحة ام سليم	19
صم عن الدنيا واجعل فطرك الاخرة،	35
فر من الناس فرارك من الاسد	35
كان زيد بن ثابت من افكه الناس اذا	41
لا اتزوج حتى يبلغ انس	16
لبسوا المسح ، اذا قاموا الليل	39
ما سمعت بامراة كانت اكرم مهرا من ام سليم	19
مالك تكنى ابا يحى و ليس لك ولد ؟	44
نحرى دون نحرك	20
اليوم مات حبر هذه الامة	41

4۔ فهرس الموضوعات

الموضوع	الصفحة

پیش لفظ 3

مقدمة المحقق 9

کتاب کی اس کے مؤلف کی طرف نسبت 12

مؤلف کے حالات زندگی 15

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے حالات زندگی 16

حضرت ابوطلحہ ﷜ کے حالات زندگی 19

النص المحقق 23

پہلا طریق......اس میں الفضل بن الحباب الجمحی، ہشام بن عبدالملک،
شعبہ اور یزید بن حمید کے حالات زندگی بیان ہوئے ہیں 24

دوسرا طریق......اس میں محمد بن عبداللہ "مطین"، ابویعلی محمد بن عمرو
بن عباد، عجلی، ہشام بن حسان اور محمد بن سیرین کے حالات لکھے ہیں 25

تیسرا طریق......اس میں عبداللہ یا "عبید" بن غنام اور ابوبکر بن
ابی شیبہ کے حالات بیان کیے ہیں 26

چوتھا اور پانچواں طریق......ان میں وکیع بن الجراح، ابومحمد اسحاق
بن احمد، محمد بن یحیی العدنی، مروان بن معاویہ اور حمید الطویل کے حالات ہیں 29

حدیث کے دوسرے طرق 31

فقہ الحدیث وفوائد 32

چلنے کی کیفیت 32
کیا مردوں کے لئے عورتوں سے ملاقات جائز ہے؟ 32
حاکم کا اپنی رعایا سے ملاقات کرنا 33
حاکم اکیلے چلتا ہے 33
کیا تو کسی سے بہت زیادہ ملاقات کرسکتا ہے؟ 34
"زُرْ غِبًّا تَزْدَدْ حُبًّا" حدیث کا سبب 34
مؤمن کی صفت 35
لوگوں سے اس طرح دور بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو 35
نوجوان اور بڑھیا کے درمیان فرق 35
رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ مبارک کی صفت 36
عورتوں کے ساتھ مصافحہ کرنا 36
"اِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِيْ مِنَ الْاِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ" حدیث کا سبب 36
دوسرے کے گھر میں نماز پڑھنا 37
کیا چٹائی پر نماز پڑھ سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا قول:
﴿...... وَ جَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا﴾ 38
اشیاء میں اصل طہارت ہے۔ 38
نماز کے لئے دل کا حاضر ہونا 38
علم کی ذلت وتوہین 39
آل ابوطلحہ کی خصوصیت 40
کیا رسول اللہ ﷺ خوش طبعی فرماتے تھے؟ 40
رسول اللہ ﷺ کس سے مزاح اور خوش طبعی فرماتے تھے؟ 40

بچوں کے ساتھ خوش طبعی سنت ہے یا رخصت؟	40
گھر کے اندر اور باہر مومن کی حالت	41
منافق کا حال	41
حضرت زید بن ثابت ﷜ کے حالات زندگی	41
فراست اور اہل فراست کی مدح	42
کیا اپنے بھائی کے حال کے متعلق پوچھ سکتا ہے؟	43
سوال کیسے کرے؟	43
حضرت ابوقتادہ انصاری ﷜ کے حالات زندگی	43
کیا خبر واحد کا اعتبار کیا جاتا ہے؟	44
کیا کسی کو ''اَبُو فُلَان'' کہا جا سکتا ہے جبکہ اس کا کوئی بچہ نہ ہو؟	44
بچوں کے لئے کھیل میں رخصت	44
اپنی اولاد کے کھیل میں والدین کا موقف	45
کیا بچوں کی کھیلوں پر مال خرچ کر سکتا ہے؟	45
خوبصورت پرندوں کو پالنا اور تربیت کرنا	45
مدینۃ الرسول ﷺ میں شکار کرنا	46
ناموں کی تصغیر	47
یتیم کا معاملہ	47
حدیث ''اَلْیَتِیْمُ اِذَا بَکٰی اِھْتَزَّ الْعَرْشُ لِبُکَائِہٖ"	47
جب یتیم روتا ہے تو عرش کانپ جاتا ہے۔ اور اس کے حال کا بیان	47
لوگوں کے ساتھ کیسے خطاب اور معاملہ کرے؟	48
ایک سے زائد بیویوں والا اور ان کے درمیان باری	49

قیلولہ کا حکم	49
حاکم کا اپنی رعیت کے پاس سونا	49
مرد کا عورت کی مجلس میں بیٹھنا	49
ملاقات کرنے والے اور مہمان کا اکرام	49
کیا مؤمن کے لئے (بہت) خوش ہونا جائز ہے؟	50
کیا میزبان، مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک جائے؟	50
حضرت ہند بن ابو ہالہ رضی اللہ عنہ کے حالات زندگی	51
مؤمنین کی مجلسیں کیسی ہوں؟	52
اپنے ہم نشینوں کے ساتھ کیسا معاملہ کرے؟	52
خبر واحد کے منکرین کے مذاہب	53
طرق حدیث کی حفاظت اور اس کی اہمیت	54
راویوں کی معرفت کی اہمیت	54
جو حدیث کے طرق کی مکمل تلاش نہ کر سکے	54
محدث کا کامیاب ہونا	55
خاتمہ	55
"فَتْحُ الْبَارِي" کے ان فوائد کا ذکر جو شرح ابن القاص پر زائد ہیں	46
قصہ ابی عمیر میں وہ فوائد جنہیں ابن القاص وغیرہ نے ذکر نہیں کیا	57
١ ـ فهرس الآيات	63
٢ ـ فهرس الاحاديث و اطرافها	64
٣ ـ فهرس الآثار	66
٤ ـ فهرس الموضوعات	67

امام ابن عطاء اللہ سکندری رحمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب "لَطَائِفُ الْمِنَن"
سے حدیث حارثہ رضی اللہ عنہ پر امام ابو العباس المرسی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دس فوائد

حدیث حارثہ رضی اللہ عنہ

(اَلْمَعْرُوْف)

حقیقتِ ایمان

از..... امام ابو العباس المرسی رحمہ اللہ تعالیٰ

﴿ترجمہ﴾

محمد ریاض احمد سعیدی

و قد اخبرنا ابو عبدالرحمن السلمی ، انا علی بن الفضیل بن محمد بن عقیل ، ثنا مطین ، ثنا محمد بن العلاء ، ثنا زید ، ثنا ابن لهیعة ، ثنا خالد بن یزید السکسکی ، عن سعید بن ابی هلال ، عن محمد بن ابی الجهم ، عَنِ الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ ، اَنَّهٗ مَرَّ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ

فَقَالَ لَهٗ: كَيْفَ اَصْبَحْتَ يَا حَارِثَةُ ؟

قَالَ: اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا ۔

قَالَ: اُنْظُرْ مَا تَقُوْلُ اِنَّ لِكُلِّ حَقٍّ حَقِيْقَةً ، فَمَا حَقِيْقَةُ اِيْمَانِكَ ؟

قَالَ: عَزَفَتْ نَفْسِيْ عَنِ الدُّنْيَا ، وَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ عَرْشَ رَبِّيْ بَارِزًا ، وَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا ، وَ كَاَنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ النَّارِ يَتَضَاغُوْنَ فِيْهَا ۔

قَالَ: يَا حَارِثَةُ ! عَرَفْتَ فَالْزَمْ ۔ قَالَهَا ثَلَاثًا ۔

هٰذِهِ الْقِصَّةُ فِي الْحَارِثِ بْنِ مَالِكٍ وَ يُقَالُ: حَارِثَةُ ۔

حضرت حارث بن مالک ﷺ سے روایت کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گذرے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا: اے حارثہ! تو نے کس حال میں صبح کی ہے؟

فرماتے ہیں: میں نے عرض کیا، میں نے پکا مومن ہونے کی حالت میں صبح کی ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دیکھ لو! تم کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے تو تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟

عرض کیا: میرا نفس دنیا سے نفرت کرتا ہے، اور گویا میں اپنے سامنے رب تعالیٰ کا عرش دیکھ رہا ہوں۔ اور ایسے محسوس ہوتا ہے کہ میں جنت والوں کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں

ایک دوسرے کو کس طرح مل رہے ہیں اور گویا میں جہنمیوں کو سامنے دیکھ رہا ہوں کہ وہ کس طرح آپس میں دشمنی کر رہے ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا: تم سمجھ گئے ہو اسی پر ڈٹے رہو۔ آپ ﷺ نے یہ تین بار فرمایا۔

یہ قصہ حضرت حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے۔ اور کبھی حارث کی بجائے حارثہ بھی کہا جاتا ہے۔

ایک روایت میں (عَزَفَتْ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْیَا) کے بعد یہ الفاظ ہیں:

فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ اَسْهَرْتُ لَیْلِیْ وَ اَظْمَاْتُ نَهَارِیْ۔

پس اسی لئے میں اپنا دن پیاسا رہ کر اور اپنی رات جاگ کر گزارتا ہوں۔

حدیث حارثہ میں دس فوائد ہیں:

پہلا فائدہ:

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا تو انہیں فرمایا: اے حارثہ! تو نے صبح کیسے کی؟ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں کہا: مالدار، تندرست ہونے کی صورت میں اور نہ ہی بدنی احوال یا دنیوی امور سے کچھ بتایا۔ کیونکہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ جانتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس سے بہت بلند مقام پر فائز ہیں (یعنی آپ کی شان سے بعید ہے) کہ آپ دنیا کے متعلق سوال کریں۔ بلکہ حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ آپ نے تو یہی پوچھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ان کا حال کیسا ہے؟ اسی لئے عرض کیا: میں نے مؤمن حق کی حالت میں صبح کی۔

بہر حال جب دنیا والوں سے سوال کیا جائے تو وہ آپ کو اپنی دنیا کے بارے میں ہی خبر دیں گے۔ بسا اوقات جب آپ ان سے سوال کریں گے تو وہ آپ کو اپنے مولا کے احکام کے سبب تنگ دلی اور بے چینی کی خبر دیں گے۔

پس سائل جس سے سوال کرتا بحث کرتا ہے اس کا مشارک ہوتا ہے کیونکہ اس کا سبب اسی سے جاری ہے۔

شیخ ابوالعباس ﷺ نے اس شخص سے پوچھا جو حج سے واپس آیا تھا: تمہارا حج کیسا تھا؟ تو اس شخص نے کہا: بہت آسان اور آسودہ تھا، بہت پانی تھا، ایسا ایسا بھاؤ تھا، ایسا ایسا بھاؤ تھا۔ پس شیخ نے اس سے رخ پھیرلیا۔ فرمایا: آپ اُن سے اُن کے حج کے بارے پوچھیں گے اور جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے علم، نور اور کامیابی پائی، تو وہ بھاؤ سستا اور پانی زیادہ ہونے کے ساتھ جواب دیں گے۔ گویا ان سے یہی سوال کیا گیا ہے۔

دوسرا فائدہ:

مشائخ کو چاہیے کہ وہ مریدین کے احوال معلوم کریں اور مریدین کے لئے جائز ہے کہ وہ اساتذہ کو آگاہ رکھیں۔ اگرچہ اس سے مریدین کے حال کا کشف لازم آئے۔ کیونکہ استاد طبیب کی طرح ہے اور مرید کا حال عورت (شرمگاہ) کی طرح ہے۔ اور شرمگاہ ضرورتِ علاج کی وجہ سے کبھی ظاہر بھی کی جاتی ہے۔

تیسرا فائدہ:

حضرت حارثہ ﷺ کے قول ''اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا'' میں آپ کے قوتِ نور کو دیکھیں۔ اگر آپ اس نور بصیرت سے منور نہ ہوتے جو محض یقین اور تحقق بالسنت کے لئے ضروری ہے تو آپ اس کی خبر نہ دیتے اور نہ اس چیز کو ظاہر کرتے۔ آپ نے محو و اثبات والی ذات ﷻ کے سامنے اپنے ایمان کی حقیقت کو اپنے نفس کے لئے ثابت کیا۔

حضرت حارثہ ﷺ نے یہ اسی لئے ظاہر کیا کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے اُن کی حالت کے متعلق

دریافت فرمائی تھی۔ وہ اسے چھپانے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ انہوں نے اس چیز کو ظاہر
دیا جو وہ جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی مہربانی فرمائی ہے ان برکات کے سبب جو
ل اللہ ﷺ کی اتباع کے سبب ہیں تاکہ رسول اللہ ﷺ ان کے لئے اللہ تعالیٰ کے احسان کی
سے خوش ہوں پس ان کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں اور اللہ تعالیٰ نے جو عطا فرمایا
اس کے ثابت رکھنے کا سوال کریں۔

ایسا ہی بعض علماء عارفین نے فرمایا: کہ خلافت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں مدینہ منورہ میں
لہ آیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: یہ کیا ہے؟ کس قدر جلدی تم نے نئی باتیں نکال لی ہیں؟
کی قسم! اگر دوبارہ ایسی بدعت آئی تو میں ضرور تم میں سے نکل جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، دیکھیں! اس بصیرت تامہ نے انہیں کیسے شہادت دی
ر یہ نئی نئی باتوں کی وجہ سے ہوا۔ اور نئی باتوں کا ہونا ان لوگوں کی طرف سے تھا آپ ان
وں سے بری تھے۔ یہ اس کامل بصیرت کے نور کی وجہ سے ہی تھا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہبہ کیا
یا تھا۔

اسی طرح انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ مارا جس وقت انہوں
ے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں رسول اللہ ﷺ کے نعلین شریفین پائے حالانکہ انہیں
کریم ﷺ نے حکم فرمایا تھا کہ باغ سے باہر تمہیں جو بھی ایسا شخص ملے جو پورے یقین کے
تھ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا قائل ہو، اسے جنت کی خوشخبری دے دو۔ اور پھر دونوں کا رسول
ﷺ کے حضور حاضر ہونا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول: یارسول اللہ! (میرے ماں باپ آپ پر
بان ہوں) کیا آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی نعلین کے ہمراہ یہ ہدایت دے کر بھیجا تھا کہ اللہ کی
دانیت کا یقین رکھنے والا جو بھی تمہیں ملے تم اسے جنت کی خوشخبری سنا دو۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ ایسا نہ کریں یا رسول اللہ! آپ انہیں چھوڑ دیں کہ وہ عمل کریں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: انہیں چھوڑ دو تا کہ وہ عمل کریں۔

یہ دونوں واقعات تمہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عظیم قدر و منزلت، رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے اُن کے وافر حصہ حاصل کرنے اور آپ ﷺ کے نور سے فیض لینے پر دلالت کرتے ہیں۔
یہ حدیث صحیح مسلم میں مروی ہے (کتاب الایمان ، باب الدلیل علی ان من مات علی التوحید دخل الجنة قطعاً) اور ہم نے اسے یہاں مختصر ذکر کیا ہے۔

چوتھا فائدہ:

اس حدیث سے ایمان کا دو قسموں کی طرف منقسم ہونا سمجھا جاتا ہے۔ ایمان حقیقی اور ایمان رسمی۔ اسی لئے صحابی نے اپنے قول ''اَصْبَحْتُ مُؤْمِنًا حَقًّا'' سے خبر دی اور حدیث اس کی شہادت دیتی ہے۔

بخاری نے رسول اللہ ﷺ تک مرفوع حدیث روایت کی کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے ایمان کا مزہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے، اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہوگیا۔

نیز ایک روایت ذکر کی کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس میں یہ تین باتیں ہوں گی وہ لذت ایمان سے لطف اندوز ہوگا: ایک یہ کہ اللہ اور اس کا رسول اس کو سب دنیا سے محبوب ہوں، دوسرے یہ کہ کسی شخص سے محبت محض اللہ کے لئے ہو، تیسرے یہ کہ اگر بہت بڑی آگ جلائی جائے تو اس میں ڈالا جانا اسے بہتر لگے اس سے کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرے
نیز ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: طاقتور مؤمن، اللہ تعالیٰ کو

ور مؤمن سے زیادہ پسند اور بہتر ہے اور ہر ایک میں بھلائی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

......اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ط...... ﴾ [الانفال ٨: ٧٤]

وہی سچے ایمان دار ہیں۔

اور یہ دو قسمیں ہیں:

وہ بندے جو اللہ پر ایمان لائے تصدیق اور اذعان پر

وہ بندے جو اللہ پر ایمان لائے شہود اور عیان پر۔

یہ دوسرا ایمان، کبھی ایمان کہلاتا ہے اور کبھی یقین۔ کیونکہ یہ ایسا ایمان ہے جس کے ار پھیل گئے، آثار ظاہر ہو گئے، اس کے ستون نے دل میں غلبہ پایا اور اس کے شہود کا راز ت رہا۔ اس سے خالص ولایت ہوتی ہے جیسا کہ ایک اور قسم پر ظاہر ولایت ہوتی ہے۔

وہ مؤمن جو خواہش پر غالب ہو اور وہ مؤمن جس پر خواہش غالب ہو ان دونوں کا ن برابر نہیں ہے۔ وہ مؤمن جسے عوارض پیش آئیں اور وہ انہیں اپنے ایمان سے دور کر ے اس کا ایمان اس مؤمن کے ایمان کی طرح نہیں ہے جس نے عوارض سے اپنا قلب دھولیا ، اب اس پر اس کے شہود و عیان کی وجہ سے عوارض وارد ہی نہیں ہوتے۔ اسی لئے اہل یق کا ان دو بندوں میں اختلاف ہو گیا:

ان میں سے ایک وہ بندہ جس پر گناہ کا خیال وارد ہوتا ہے لیکن اس کا نفس کوشش کرتا ے یہاں تک کہ گناہ کرنے کا وہ خیال اس سے دور ہو جاتا ہے۔

دوسرا وہ بندہ ہے جسے گناہ کا بالکل خیال نہیں آتا، ان میں سے کون زیادہ کامل ہے۔

اس دوسری قسم کی فضیلت میں کوئی شک نہیں ہے یہ اہل معرفت کے احوال کے

زیادہ قریب ہے۔اور پہلی قسم اہل مجاہدہ کا حال ہے۔

کیونکہ قلب اس صفت پر نہیں ہوتا مگر اس حال میں کہ نور نے اس کے تمام کونے بھر دیئے ہیں۔اسی لئے گناہ کا خیال کوئی گنجائش نہیں پاتا۔

پانچواں فائدہ:

رسول اللہ ﷺ کا حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ سے اس چیز کی برہان کا مطالبہ کرنا جوانہوں نے اپنے نفس کے لئے ثابت کی یہ اس بات پر دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہے کہ جو بھی دعوی کرے تو اس کا دعوی تسلیم کرلیا جائے۔

اللہ سبحانہ نے فرمایا ہے:

﴿..... فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞﴾ [البقرة ٢:٩٤]

تو موت کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو۔

﴿.....قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞﴾ [البقرة ٢:١١١]

فرمادیجئے اگر تم سچے ہو تو اپنی دلیل لاؤ۔

پس حقائق کے ترازو بندوں کے خلاف یا ان کے حق میں گواہی دیں گے۔

اور اللہ سبحانہ وتعالی نے فرمایا ہے:

﴿وَ اَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ......﴾ [الرحمٰن ٥٥:٩]

اور انصاف کے ساتھ وزن کو درست رکھو۔

پس جس نے اللہ تعالی کے ساتھ کسی حال کا دعوی کیا اور اس پر میزان قائم کردیا گیا اگر اس نے اس بندے (مدعی) کے حق میں گواہی دی ہم اس کے حق میں تسلیم کریں گے ورنہ نہیں۔اور جبکہ دنیا کی قدر اللہ تعالی کے نزدیک گھٹیا ہے تو ہم آپ کے لئے بغیر حجت کے تسلیم

نہیں کرتے۔ زیادہ مناسب یہ ہے کہ آپ کیلئے مومنین کے مراتب تسلیم نہ کئے جائیں یہاں تک کہ آپ کیلئے برہان (دلیل) قائم ہو یا اسے حقیقتِ حال ثابت کرے اور گواہی دے۔

چھٹا فائدہ:

شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اگر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا جاتا تو رسول اللہ ﷺ ان سے برہان قائم کرنے کا مطالبہ نہ کرتے جس کا وہ دعویٰ کرتے۔ کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا عظیم رتبہ، برہان کے اظہار کے بغیر ان کے حق میں گواہی دے رہا ہے۔ تو رسول اللہ ﷺ نے ارادہ فرمایا کہ اپنے اصحاب کے رتبوں کے درمیان فرق واضح فرمادیں۔ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے ایک حضرت حارثہ رضی اللہ عنہ ہیں جنہوں نے حقیقتِ ایمان کا دعویٰ کیا تو اُن سے اس کی (برہان) دلیل کا مطالبہ کیا گیا۔ ان صحابہ کرام سے حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما (جیسے جلیل القدر) بھی ہیں جن کے لئے رسول اللہ ﷺ مراتب ثابت فرماتے ہیں۔ اگرچہ انہوں نے اپنے نفسوں کے لئے یہ مراتب ثابت نہیں کئے۔

کیا آپ وہ حدیث نہیں دیکھتے جو رسول اللہ ﷺ سے وارد ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک گائے پر ایک شخص نے سواری کی اور اسے مشقت میں ڈالا تو اس گائے نے کہا: سُبْحٰنَ اللّٰہ، مجھے اس کام کے لئے پیدا نہیں کیا گیا مجھے تو کاشتکاری کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: سُبْحٰنَ اللّٰہ، کیا گائے بھی کلام کرتی ہے؟

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس پر ایمان لایا اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما بھی۔ حالانکہ وہ دونوں صحابی وہاں موجود نہیں تھے۔

پس آپ یہ مرتبہ دیکھیں کتنا بڑا ہے اور یہ منزلت کتنی عظیم۔

میں نے اپنے شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے قول

(آمَنْتُ بِذٰلِكَ اَنَا وَ اَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ) کا معنی یہ ہے کہ ہم بغیر تعجب کے اس پر ایمان لائے اور تم تعجب کرتے ہوئے ایمان لائے۔ اسی لئے انہوں نے کہا: سُبْحٰنَ اللّٰہ، کیا گائے بھی کلام کرتی ہے؟

اور ابو العباس فرماتے تھے: جب فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زوجہ محترمہ کو بچے کی ولادت کی خوشخبری دی تو انہوں نے کہا:

﴿......ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوْزٌ وَّ هٰذَا بَعْلِیْ شَیْخًا اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عَجِیْبٌ ۝﴾

[هود ۱۱:۷۲]

کیا میں بچہ جنوں گی حالانکہ میں بوڑھی ہوں اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں۔ بیشک یہ عجیب چیز ہے۔

فرشتوں نے کہا:

﴿......اَتَعْجَبِیْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ......﴾ [هود ۱۱:۷۳]

کیا اللہ کے حکم سے تعجب کرتی ہو؟

یعنی اللہ کے امر سے تعجب نہ کیا جائے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیقہ نہ رکھا۔
اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو جب بغیر باپ کے بچے کی خوشخبری دی گئی تو انہوں نے تعجب و حیرانی کا اظہار نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا نام صدیقہ رکھا۔

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿......وَ اُمُّهٗ صِدِّیْقَةٌ ط......﴾ [المائدة ۵:۷۵]

اور اُن کی ماں صدیقہ ہے۔

ساتواں فائدہ:

صحابی کا اپنے ایمان کی حقیقت پر، دنیا سے اپنی بے رغبتی کے ذریعہ استدلال قائم کرنا، اسی طرح وہ ایمان جب مومن میں راسخ ہو جاتا ہے تو اس کے اندر دنیا سے بے رغبتی پیدا کر دیتا ہے۔ کیونکہ ایمان باللہ تیرے لئے اس کی ملاقات کا یقین دیتا ہے۔ اور تجھے سکھاتا ہے کہ ہر آنے والا تیرے لئے بہت قریب ہے۔ اور اس سے تمہیں اس کے قرب کا شہود مل جاتا ہے۔ پھر اس کے سبب تیرے اندر دنیا سے بے رغبتی پیدا ہو جاتی ہے۔

اور اس لئے کہ نور ایمان تیرے لئے اعزاز حق کو کھولتا ہے۔ پس تیری ہمت دنیا کی طرف لپکنے اور اس کی جانب جھکنے کو ناپسند کرتی ہے۔ باوجود کہ حقیقت کا تقاضا یہ ہے کہ دنیا سے بے راغب دنیا کو موجود مانتا ہے جبھی تو اس سے بے رغبتی کا ثبوت ہو گا۔ اور جب اس کے لئے وجود کی گواہی دی تو گویا اس کی تعظیم کی۔

حضرت ابوالحسن الشاذلی ﷺ کے قول کا یہی معنی ہے، انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! بیشک تو نے اس (دنیا) کی تعظیم کی جبکہ تو نے اس میں بے رغبتی اختیار کی۔ اور اس زہد و بے رغبتی کی مثل یہ ہے کہ فانی جس سے فنا ہوا اس میں اپنے کو گم کر دے۔ پس اس بات کا اثبات کہ تو کسی شے سے فانی ہے اس شے کا اثبات ہے۔ لہذا جس چیز کا وجود نہیں ہے اس کے ساتھ فنا، ترک اور بے رغبتی کا تعلق نہیں ہوتا۔

ہمارے لئے اس معنی میں کچھ اشعار ہیں جنہیں میں نے ایک صاحب کے لئے لکھا جنے حسن کہا جاتا ہے۔

حسن بان تدع الوجود باسره — حسن فلا یشغلك عنه شاغل

و لئن فهمت لتعلمن بانه — لا ترك الا للذی هو حاصل

و متی شهدت سواه فاعلم انه — من وهمك الادنی و قلبك ذاهل

حسب الالہ شہودہ لوجودہ — واللّٰہ یعلم ما یقول القائل

و لقد اشرت الی الصریح من الھدی — دلت علیہ ان فہمت دلائل

و حدیث کان و لیس شیء غیرہ — یقضی بہ الان اللبیب العاقل

لا غیـــــر الا نسبۃ مثبـــوثۃ — لیذم ذو ترک و یحمد فاعل

1۔ اے حسن! وجود کو مکمل چھوڑ دے پس تجھے کوئی غافل نہ کرے۔

2۔ اور اگر تم سمجھ گئے تو ضرور تمہیں معلوم ہے کہ ترک اسی چیز کا ہوتا ہے جو حاصل ہو

3۔ اور جب اس کے سوا کوئی مشاہدہ کرو تو یقین رکھو کہ وہ تمہارا ادنی وہم ہے اور تیرا دل غفلت کا شکار ہے۔

4۔ خدا تعالی نے اپنے وجود کیلئے شہود جانا اور کہنے والا جو کچھ کہے خدا کو معلوم ہے

5۔ یقینا میں نے صراحت سے ہدایت کا پتہ دے دیا اگر تم سمجھو تو اس پر بہت سے دلائل قائم ہیں۔

6۔ حدیث پاک کہ خدا پاک تھا اور کچھ نہ تھا، اس سے دانشور عقل مند فوراً فیصلہ کر لیتا ہے۔

7۔ "غیر" کوئی چیز نہیں، بس ایک ثابت شدہ نسبت ہے تاکہ اسے ترک کرنے والے کی مذمت کی جائے اور اس نسبت رکھنے والے کی تعریف ہو۔

آٹھواں فائدہ:

صحابی کا قول: (عَزَفَتْ نَفْسِی عَنِ الدُّنْیَا) میرا نفس دنیا سے نفرت کرتا ہے۔ پس میرے نزدیک اس کا سونا اور مٹی برابر ہے۔

العزوب: وہ، سخت سمجھتے ہوئے شے کو چھوڑنا اور اس سے اعراض کرنا ہے۔ جب

کسی نے کہا: میں نے دنیا چھوڑ دی۔ اس چھوڑنے سے بے رغبتی ہونا لازم نہیں۔ کئی مرتبہ کوئی شخص کسی شے کو چھوڑنے والا ہوتا ہے حالانکہ وہ اس پر راغب ہوتا ہے۔ پس عزوب، کراہت اور حقارت کے ساتھ اعراض (پہلوتہی) کرنا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے جس کے لئے دنیا کی حقیقت کھول دی اس کی اس دنیا میں یہی شان ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ قَذِرَةٌ۔ دنیا پلید مردار ہے۔

اور نبی کریم ﷺ نے ضحاک سے فرمایا: تیرا کھانا کیا ہے:

عرض کیا: گوشت اور دودھ۔

فرمایا: بنی آدم سے جو (پاخانہ) نکلتا ہے، اللہ تعالیٰ نے دنیا کی مثال بنایا ہے۔

پس جس کے لئے دنیا کی حقیقت واضح ہوگئی اس نے دنیا کے پلید مردار ہونے کی گواہی دی۔ تو مناسب ہے کہ وہ اپنی ہمت وخیال کو اس دنیا سے پھیر لے۔

اگر آپ کہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تو فرمایا ہے:

اَلدُّنْیَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ۔ دنیا شیریں اور ہری بھری ہے۔

تو جان لے کہ دنیا بصیرت والوں کی نظروں میں پلید مردار ہے اور بصارت والوں کی نگاہوں میں شیریں اور ہری بھری ہے۔

اگر تو کہے کہ اس بات کی خبر دینے کا کیا فائدہ ہے کہ یہ شیریں اور ہری بھری ہے۔

تو تُو جان لے کہ نبی کریم ﷺ کا قول (اَلدُّنْیَا جِیْفَةٌ قَذِرَةٌ۔ دنیا پلید مردار ہے۔) نفرت دلانے کے لئے ہے۔ اور آپ کا قول (اَلدُّنْیَا حُلْوَةٌ خَضِرَةٌ۔ دنیا شیریں اور ہری بھری ہے۔) ڈرانے اور بچانے کے لئے ہے۔ یعنی اس کی حلاوت (مٹھاس) اور ہریالی تمہیں ہرگز دھوکے میں نہ ڈال دے۔ کیونکہ اس کی حلاوت حقیقت میں زہر اور اس کی ہریالی

خشکی ہے۔

اسی لئے جب رسول اللہ ﷺ سے اولیاء اللہ کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا:
یہ وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے دنیا کے باطن کی طرف دیکھا جب لوگوں نے اس کے ظاہر کی طرف دیکھا۔

نواں فائدہ:

صحابی رضی اللہ عنہ کا اپنے رتبے کے مستحق ہونے پر واقف ہونا اپنے قول سے کہ ''(کَاَنِّیْ اَنْظُرُ) گویا میں اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ جنت میں نعمتوں میں آسودہ ہیں یہ نہیں کہا: (نَظَرْتُ) میں نے دیکھا۔ اور یہ پہلے گزر چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اشیاء کی حقیقتوں کا مطالعہ فرماتے ہیں اور اولیاء کرام ان کی شکلوں کا مطالعہ کرتے ہیں۔

دسواں فائدہ:

ان کا قول (فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ اَسْهَرْتُ لَيْلِيْ وَ اَظْمَأْتُ نَهَارِيْ) ''پس اسی لئے میں اپنا دن پیاسا رہ کر اور رات جاگ کر گزارتا ہوں۔'' پس حارثہ ایسا بندہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی بزرگی کے سبب اس کی اطاعت تک پہنچا۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ انہوں نے پہلے کہا: (عَزَفَتْ نَفْسِیْ عَنِ الدُّنْيَا) میرا نفس دنیا سے نفرت کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد کہا: (فَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ اَسْهَرْتُ لَيْلِيْ وَ اَظْمَأْتُ نَهَارِيْ) ''پس اسی لئے میں اپنا دن پیاسا رہ کر اور رات جاگ کر گزارتا ہوں۔'' پس دنیا سے ان کے نفس کی نفرت کے بعد اس کا معاملہ رب کے ساتھ ہوتا ہے۔

حضرت شیخ ابو العباس رضی اللہ عنہ فرماتے تھے: لوگوں کی دو قسمیں ہیں:
ایک وہ قوم جو اللہ تعالیٰ کی کرامت و بزرگی کے سبب اللہ تعالیٰ کی اطاعت تک پہنچی،

ایک وہ قوم جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے سبب اللہ تعالیٰ کی کرامت و بزرگی تک پہنچی،
اللہ سبحانہ نے فرمایا:

...اَللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یُّنِیْبُ ﴿﴾ [الشوری ۴۲:۱۳]

اللہ جسے چاہے اپنی طرف (قرب کے لئے) چن لیتا ہے اور اپنی طرف اسے
ت فرماتا ہے جو (اس کی طرف) رجوع کرے۔

اور اللہ تعالیٰ کا نور دل پر وارد ہوتا ہے پس اس کیلئے دنیا میں زہد کی صفت کے ساتھ
ف ہونے اور دنیا سے اعراض کرنے کو واجب کرتا ہے۔ پھر دل سے جوارح (اعضاء)
رف رخ کرتا ہے۔ تو جو اس سے آنکھ تک پہنچا اس نے عبرت واجب کردی، اور جو کان
پہنچا اس نے حسن استماع کو واجب کردیا، زبان تک پہنچا تو ذکر واجب کردیا اور دیگر
ن تک پہنچا تو خدمت کو لازم قرار دیا۔

اور نور دنیا سے ہمت کی نفرت کو اور دنیا سے دور ہونے کو واجب کرتا ہے اس پر دلیل
ل اللہ ﷺ کا قول ہے: اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ اِنْشَرَحَ وَانْفَسَحَ۔ بیشک نور
سینے میں داخل ہوا تو سینہ کھل گیا اور کشادہ ہوگیا۔

عرض کیا گیا: یارسول اللہ! کیا اس کے لئے کوئی علامت ہے؟

فرمایا: اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ۔

دار الغرور (دنیا) سے دور رہنا اور دار الخلود (جنت) کی طرف لوٹنا۔

اِلٰھُنَا وَاجِب لَوْلَاہُ مَا انْقَطَعَتْ

آحادُ سلسلۃٍ حفتْ بامکانٍ

ارا معبود واجب ہے اگر ایسا نہ ہو تو امکان سے گھرے ہوئے سلسلہ آحاد منقطع نہ ہوں

تعارف مترجم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دینی علوم میں مہارت جو انسان کے لیے فہم قرآن وسنت کے دروازے کھول دے اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمی ہے پھر اگر علم کے ساتھ عملِ صالح اور اخلاص وللٰہیت کی دولت بھی ہاتھ آجائے تو انسان ملائکہ سے بھی برتر مقام حاصل کرسکتا ہے۔ باعمل عالم دین سید الانبیاء ﷺ کا وارث ونائب اور مخلوق میں اللہ کی حجت اور دلیل ہوتا ہے۔

ہمارے برادر محترم، نوجوان فاضل علامہ مفتی ریاض احمد سعیدی دام ظلہ بھی ان خوش بخت انسانوں میں سے ہیں جنہیں حق تعالیٰ نے علم دین، فہم قرآن وسنت، اخلاص وللٰہیت ،حسن اخلاق وکردار اور جذبہ شوق جیسی صفات سے نواز رکھا ہے۔ برادر گرامی قدر 9 دسمبر 1963ء کو فیصل آباد کے ایک نواحی گاؤں نلے والا میں عبدالرشید صاحب کے گھر متولد ہوئے ۔1981ء میں میٹرک کا امتحان پاس کر کے علوم دینیہ کی تحصیل کے لیے اہل سنت کے عظیم مرکز علم وعرفان جامعہ قادریہ رضویہ فیصل آباد میں داخلہ لیا۔ یہ مدرسہ 1963ء میں نائب محدث اعظم پاکستان شہید اہلسنت مولانا ابوالشاہ محمد عبدالقادر قادری رضوی اور معین ملت والدین حضرت علامہ محمد معین الدین شافعی قادری رحمہما اللہ نے قائم فرمایا۔

یہاں برادر محترم نے علامہ مفتی نذیر احمد سیالوی، علامہ محمد اقبال مصطفوی، علامہ نور عالم، علامہ محمد افضل کوٹلوی، مفتی سید ظفر اللہ شاہ، مفتی مختار احمد، مولانا محمد بشیر کشمیری، مولانا دلنواز اور مولانا عبدالمجید، قاری محمد عالم زید مجدہم سے علوم دینیہ کی تکمیل کی۔ جامعہ کے ماحول کی برکت، اساتذہ کی محنت اور برادر محترم علامہ ریاض احمد سعیدی کی حوصلہ مندی تھی کہ ایک ہی ادارہ میں رہ کر کریما سعدی سے دورۂ حدیث شریف تک علوم وفنون کی تکمیل کرلی۔ قاری محمد

عالم صاحب سے تجوید کے بنیادی قواعد سمجھے اور قرآن مجید کا تلفظ درست کیا۔

تعلیم سے فراغت پاتے ہی جامعہ کے کارپردازان کی طرف سے آپ کو جامعہ میں تدریس کی پیش کش ہوئی اور 1987 میں آپ نے اپنی مادر علمی میں تدریس کا آغاز کیا اس دوران افتاء کی ذمہ داری بھی نبھاتے رہے اور فیصل آباد کے مختلف مقامات پر خطبہ جمعہ بھی دیتے رہے۔ 1987 میں جب آپ نے درس نظامی کے مروجہ نصاب کی تکمیل کی تو حضرت علامہ مولانا شاہ احمد نورانی علیہ الرحمہ نے آپ کے سر پر دستار فضیلت سجائی۔

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کے جذبہ شوق نے آپ کو میدان طباعت واشاعت کی طرف بھی متوجہ کیا چنانچہ آپ نے اپنے مرشد گرامی قدر فخر السادت غزالی زماں حضرت علامہ سید احمد سعید شاہ کاظمی علیہ الرحمہ کے نام پاک کی نسبت سے مکتبہ سعیدیہ قائم کیا اور دس سے زیادہ کتب کو زیور طبع سے آراستہ کروایا۔

2001ء میں اپنے ہم سبق ساتھی اور قدیم رفیق، کثیر کتب کے مصنف علامہ ساجد القادری زید مجدہ کی دعوت پر آپ برطانیہ چلے گئے یہ آپ کے جذبہ صادق کی زندہ کرامت ہے کہ یورپ کے یخ بستہ ماحول میں رہ کر بھی آپ کی آتش شوق سرد نہیں ہوئی۔ نہ ہی قلم و قرطاس سے رشتہ ٹوٹا ہے نہ کار تحقیق وتدریس موقوف ہوا۔ آپ کا قلم پھول کھلاتا جارہا ہے، گلستاں کے گلستاں مہک رہے ہیں۔ محبت خداوندی، سیرت مصطفوی، احکام شرعی اور احادیث نبویہ کی خوشبوئیں عاشقان علم وحکمت کے مشام جاں کو معطر کرتی چلی جارہی ہیں۔

آپ کی بزرگانہ عظمت ہے کہ علمی معاملات پر راقم سے مشاورت فرماتے ہیں اور جو مشورہ دیا جائے اگر وہ انہیں مناسب معلوم ہو تو اس پر عمل درآمد کر کے مشورہ دینے والے کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل راقم نے ایک گفتگو میں عرض کیا کہ آپ عنان قلم کو سیرت، تفسیر، حدیث اور فقہ کی طرف موڑیں۔ یہ ابدی موضوعات ہیں ان پہ لکھنا ہر دور کی

ضرورت ہے اور جنہوں نے ان عنوانات پہ لکھا وہ صفحہ ہستی پر امر ہو گئے۔

چنانچہ چند ہی مہینوں بعد حضرت علامہ کی نو تصانیف یکے بعد دیگرے سامنے آگئیں آپ کا علمی جود و نوال صرف تحقیق و ترجمہ و تصنیف و تالیف تک محدود نہیں، کتب کی طباعت علماء وطلبا کی خدمت میں بطور تحائف پہنچانا بھی آپ کے طبعی جود کا ایک کرشمہ ہے۔ ان کتب کے اسماء درج ذیل ہیں۔

نور العیون فی تلخیص سیرۃ الامین المأمون مقبول دعائیں

مسواک کی فضیلت فضائل درود و سلام وسیلے کا شرعی ثبوت

فضائل رمضان احوال میت (پانچ سے زائد کتب پر کام جاری ہے)

علامہ ابن جوزی کی ایک کتاب ''مناقب معروف الکرخی واخبارہ'' کا ترجمہ بھی شائع ہو رہا ہے۔

ان کے علاوہ سات مختلف عربی اور فارسی کتابوں کے تراجم مناقب غوثی، البدائع، مکتوبات غوثی، لباب الحدیث، حق الیقین، امواج کریمی، شرح جام جہاں نما انڈیا سے شائع ہو چکے ہیں۔

آپ حسن اخلاق کی ایک مجسم تصویر ہیں گفتگو کرنے والے کو یہ احساس نہیں ہونے دیتے کہ وہ کسی بہت بڑے عالم یا مفتی سے محوِ گفتگو ہے۔ راقم آپ کے حق میں دعا گو ہے کہ رب ذوالجلال آپ کے علم و فضل، کار تحقیق و تصنیف اور جملہ توفیقات میں برکتیں عطا فرمائے اور علم نافع کی جو خیرات وہ بانٹ رہے ہیں اسے ان کے حق میں توشۂ آخرت بنائے۔ آمین

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ حَبِيْبِنَا مُحَمَّدٍ اَشْرَفِ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ.

علماء حق کا نیاز مند..... محمد سہیل احمد سیالوی

خادم العلوم الاسلامیہ والعربیہ..... بالجامعۃ الرضویہ احسن القرآن، دینہ۔ جہلم

مترجم کے دیگر تراجم